شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

قصص قرآن

قرآنی موضوعات نمبر ۷

کتاب رمضان ۱۴۲۶ھ

یادگار بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری اعلی اللہ مقامہ

ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۵ء

تنظیم المکاتب

بمناسبت چہاردہ صد سالہ جشن ولادت

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

تنظیم المکاتب

”..........اس وقت ہماری صورت حال بھی یہی ہے کہ رمضان کا مبارک مہینہ جارہا ہے جس میں گناہ معاف ہوتے ہیں، جس میں تقاضائے ایمان پورا کرنے والے صاحبان ایمان کی روزی میں اضافہ ہوتا ہے، جس میں سال بھر نہ قبول ہونے والی دعائیں بھی قبول ہو جاتی ہیں مگر ہم کو اس مہینہ کا آنا ناگوار اور جانا پسند ہے کیونکہ ہم نے اس کو زحمت کا مہینہ سمجھ رکھا ہے، اس کی رحمتوں سے بے خبر ہیں لہذا رمضان کے ختم ہونے سے پہلے ہماری آنکھیں کھل جانا چاہئیں اور مغفرت و وسعت رزق قبولیت دعا کی رحمتیں سمیٹ لینا چاہئیں۔ ورنہ آنے والی عید یوم مسرت نہ ہوگی بلکہ یوم غم ہوگی، یوم نفرت ہوگی، یوم غضب ہوگی۔ قبر سے محشر تک ہم کو معلوم ہوگا کہ بے روزہ دار کی عید، گناہ گار کی عید کیسا غم دے گی، ملائکہ کی کیسی شدید نفرت کا سبب بنے گی۔ خدا و نبیؐ و امامؑ کے کیسے شدید غیظ و غضب کا سبب بنے گی۔ ہم جس عید کی تیاری لباس اور لذیذ کھانوں سے کر رہے ہیں یہ سماجی تیوہار ہے، مسلمان کی عید نہیں ہے۔

اور نہ یہ عید محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے باعث زیادتی شرف و عزت وغیرہ ہے جیسا کہ نماز عید کے قنوت میں عید کی تفصیل بیان کی گئی ہے، لہذا ہم کو عبادت توبہ، صدقہ، مومنین سے ایثار و محبت اور ادائے حقوق کے ذریعہ جاتے رمضان سے برکت حاصل کر لینا چاہئے اور آتی عید کا استقبال کرنا چاہئے۔........“

بانئ تنظیمؒ

یادگار

بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری اعلی اللہ مقامہ

مجلّہ تنظیم المکاتب لکھنؤ

کتاب رمضان ۱۴۲۶ھ

قصص قرآن

مجلس ادارت

پیام اعظمی صفی حیدر میثم زیدی منظر صادق

ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۵ء

فہرست
کتاب رمضان ۱۴۲۶ھ

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	قصص قرآن	ادارہ	۳
۲	قرآن میں صاحب قرآن کا تذکرہ	مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی	۶
۳	حضرت ابراہیمؑ اور مراحل امتحان	مولانا مقبول احمد نوگانوی	۱۶
۴	تربیت میں قصص کے فوائد	مولانا سید شمشاد حسین رضوی	۲۲
۵	حضرت نوحؑ اور طریقۂ تبلیغ	مولانا سید طیب رضا نقوی	۳۱
۶	قرآن پاک۔ واقعات زندگی میں تاریخ کا اثر	مولانا سید شہوار حسین امروہوی	۳۸
۷	قرآن کریم میں قصے کیوں؟	مولانا سید احسان حیدر جوادی	۴۴
۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	پروفیسر شاہ محمد وسیم	۴۸
۹	جناب لقمانؑ کی ڈائری سے	مولانا قربان علی	۵۶
۱۰	تاریخ انبیاء کا اصل ماخذ۔ قرآن	مولانا سید غلام السیدین باقری	۶۴
۱۱	واقعات انبیاءؑ کے ذریعہ درس اخلاق	ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی	۷۰
۱۲	حضرت ابراہیمؑ اور مراحل امتحان	جناب علی عیسیٰؑ گیاوی	۷۷
۱۳	طالوت و جالوت کون تھے؟	محترمہ سیدہ قدسیہ خاتون زیدی	۸۸
۱۴	حضرت سلیمانؑ اور ان کی حکومت	مولانا شکیل احمد جونپوری	۹۱
۱۵	قرآن میں یاجوج و ماجوج کا تذکرہ	مولانا سید جواد عسکری زیدی	۹۴
۱۶	قرآن اور خواتین کے تذکرے	محترمہ صغریٰ خاتون نوگانوی	۹۷
۱۷	قرآن کتاب تربیت یا کتاب قصص	محترمہ صغیر بانو	۱۰۱
۱۸	قصص قرآن اور اسرائیلیات	سید منظر صادق زیدی	۱۰۷
۱۹	عبد صالحؑ	میثم زیدی	۱۱۰
۲۰	تقرب الٰہی کے پیکر علمدار لشکر حسینیؑ	مولانا قربان علی	۱۱۴
۲۱	لشکر امام حسینؑ کے علمدار حضرت عباسؑ	مولوی احسان احمد	۱۱۸

اور

اس شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں
ڈاکٹر پیام اعظمی، جناب شفق شادانی، جناب پیکر جعفری، جناب نیر جلالپوری،
جناب ضیا زیدی کانپور اور جناب تہذیب و جناب تنویر نگروری کے منظوم کلام

تنظیم المکاتب لکھنؤ

کتاب رمضان ۱۴۲۶ھ ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۵ء

قصص قرآن

قصہ کہانی سے انسان کا رابطہ ازلی وابدی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان دور وحشت میں بھی قصہ بیان کرتا تھا۔ قصہ کی ابتداء کے بارے میں عام تصور یہی ہے کہ جب انسان شکار کر کے زندگی بسر کرتا تھا تو رات کو الاؤ کے گرد بیٹھ کر دن بھر کے تجربات ومشاہدات بیان کرتا تھا اور سننے والے قصے کی دنیا میں شکار کھیل کر لطف اندوز ہوتے اور ان کی تفریح طبع کا سامان فراہم ہو جاتا۔ یوں حقیقی واقعات کو تخیلی طور پر پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن یہ محض تفریح طبع یا تضیع اوقات ہی نہیں تھا بلکہ قصہ سننے والے شکاری کے اچھے برے تجربات ذہن نشین کر کے ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح روز اول سے قصہ میں عبرت کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔

دھیرے دھیرے قصہ و کہانی حقیقی واقعات سے دور ہونے لگے۔ ''زیب داستان'' کے لئے افسانہ شروع ہوا اور قصہ برائے قصہ کا دور شروع ہو گیا یہاں تک کہ اس نے ایک مکمل صنف سخن کی حیثیت اختیار کر لی اور صورتحال یہاں تک پہونچی کہ ان میں حقیقت کم تخیلاتی باتیں زیادہ پائی جانے لگی۔ ارکان وحدود معین ہوئے طول و اختصار کے لحاظ سے انہیں قصہ، کہانی اور افسانہ کہا جانے لگا۔ کوئی بھی داستان یا افسانہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس میں محیر العقول واقعات اور مافوق الفطرت چیزوں کو شامل نہ کیا جائے اور اس طرح ہر کہانی میں جن، پری، بھوت پریت، چڑیل، اڑن پری، اڑنے والے گھوڑے اور نہ معلوم کیسے کیسے شہزادے نظر آنے لگے۔ قصہ کہانی کے اجزاء میں کہانی، پلاٹ، کردار، مکالمہ، ماحول یا

زمان و مکان، اسلوب، نقطۂ نظر یا نظریۂ حیات شامل ہیں اور ان سبھی اجزاء کو افسانوی بنا دیا گیا اور جو کہانی واقعیت سے جتنی دور ہوئی اتنی ہی کامیاب کہلائی۔ مقام کا تذکرہ ہوگا تو ''انسانوں کی بستی سے بہت دور سنسان جگہ'' جناتوں کی بستی...'' کردار اتنے افسانوی اور اساطیری کہ انسان تصورات کی دنیا میں بھی انہیں پا نہ سکے۔ رستم و سہراب، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، رومیو جولیٹ اور وینس کیوپڈ وغیرہ ایسے افسانوی و اساطیری کردار ہیں جنہیں داستان سرائی اور قصہ گوئی کے ماہرین نے دنیا کے سامنے حقیقت بنا کر پیش کر دیا۔

دور قدیم میں تفریح طبع کے ذرائع بھی محدود تھے ڈرامہ، تھیٹر یا ٹیلی ویژن جیسے عصری ذرائع تو تھے نہیں ایسے میں قصہ گوئی اور داستان سرائی ہی مقبول ترین ایک فن تھا۔ مشہور اور نامور قصہ گو اپنی داستان سرائی سے ایسا سماں باندھتے کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے ان میں بھی مقابلہ ہوتا اور دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش ہوتی اس طرح ''الف لیلہ'' جیسی کہانیاں وجود میں آئیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس ایک کہانی کا سلسلہ ہزار راتوں تک چلتا رہا۔

ایک جانب جہاں قصہ و کہانیوں کو حقیقت سے دور کر کے محض تفریح طبع کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا وہیں دوسری جانب اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پوری تاریخ میں کہانی اپنا دوسرا کردار ''عبرت و بصیرت'' بھی ادا کرتی رہی۔ مائیں بچوں کو لوریوں کے ساتھ کہانیاں سنا کر ان کی تربیت کا سامان فراہم کرتی رہی... سبق آموز کہانیاں بچوں کے معصوم ذہنوں پر اس طرح نقش ہو جاتی ہیں کہ مرتے دم تک وہ نقش زائل نہیں ہوتا۔ آغوش مادر کے بعد جب درس گاہ کی منزل آئی تو کہانیوں کو نصاب کا جزء بنا دیا گیا۔ آج بھی کہانیوں کے ذریعہ ہی نوجوانوں میں غیرت و حمیت، حیاء و عفت، سخاوت و شجاعت، ایثار و قربانی اور حب الوطنی کے جذبات بھرے جاتے ہیں اس کے برخلاف انحراف اور اخلاقی برائیوں کو بھی انہیں کہانیوں کے ذریعہ پھیلایا جاتا ہے۔ جس کے نمونہ آج کل دن ورات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس طرح قصہ و کہانی مفید بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ مثبت اور مفید بھی ہو سکتی ہے منفی و تخریبی بھی۔ الٰہی پیغام جب قرآن کی شکل میں نازل ہوا تو اس میں بھی قصہ و کہانی شامل ہوئے۔ مگر قرآنی قصوں کا مقصد قصہ برائے قصہ نہیں ہے بلکہ قرآنی قصوں کا مقصد ان ارفع و اعلیٰ مفاہیم و مطالب اور اقدار سے متعارف کرانا تھا جن سے انسانیت اب تک بے خبر تھی یہ قصے اپنے قاری یا سامع کو بہ آسانی اپنے اہداف تک لے جاتے ہیں۔

قرآنی قصوں میں فنی اور ادبی قصوں کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں۔ ان میں کہانی

بھی ہے پلاٹ بھی، کردار بھی ہیں اور مکالمے بھی مگر سب امتیازی حیثیت کے حامل، سب کا مقصد پیام رسانی اور تربیت ہے۔قرآنی قصوں کے کردار افسانوی اور اساطیری شخصیات نہیں ہیں بلکہ خدا کے معصوم بندے اور انبیاء کرام ہیں جنہوں نے قوم کے درمیان رہ کر اپنی عظمت کردار کالوہا منوایا ہے۔کہانی اور پلاٹ معرفت کردگار کی دلیل اور خدا کی عظمت و کبریائی اور قدرت کو بیان کرنے والے، مکالمے برجستہ مگر انتہائی منطقی مستدل اور شائستہ۔اسلوب ایسا کہ جس کی نظیر لانے سے ادباء عاجز۔اور نظریۂ حیات وہ کہ جس تک فکر بشر کی رسائی ناممکن۔

انہیں قصوں کے ذریعہ قرآن مجید نے فلسفیانہ گتھیاں سلجھا کر مبدا و معاد کے مسائل کو اتنا آسان بنا دیا کہ سخت ترین مخالفین بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔اور قرآن کے چشمہ ہدایت سے تشنگان معرفت سیر و سیراب ہونے لگے۔

لیکن شیطانی کارندوں کو یہ چشمہ رشد و ہدایت اپنے راستہ کی رکاوٹ محسوس ہونے لگا چنانچہ انھوں نے اس چشمۂ ہدایت کو زہر آلود کرنے کا تہیہ کرلیا۔ معارف کی روح پرور اور لطیف فضا کو جعلیات کی آلودگی سے کثیف کرنے کی کوشش شروع کردی۔

میدان جنگ میں مسلمانوں کو زیر کرنا ہو یا قرآن کو چیلنج کرنا ممکن نہ ہوا تو دوسرا راستہ اختیار کیا گیا اور ''قصص قرآن'' کے نام پر ''اسرائیلیات'' کے سیلاب کا رخ سرچشمہ معرفت کی طرف کردیا گیا تاکہ لوگ بظاہر مسلمان بھی رہیں اور قرآن کی واقعی ہدایت سے فیضیاب بھی نہ ہوسکیں۔ابتداء میں یہ کام یہود و نصاریٰ نے کیا اور بعد میں سادہ لوح مفسرین و مترجمین قرآن نے کہ قصص قرآن اور تفسیر قرآن کے نام پر نامعلوم کیسے کیسے بے سر پیر کے واقعات کو قرآن بنا دیا گیا اور صورت حال یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں اسرائیلیات کو اصل قرآن سمجھ لیا گیا۔سادہ لوح مومنین انہیں سرمایۂ نجات سمجھنے لگے اور چٹخارے لے لے کر بیان کرنے لگے گویا قرآنی قصے بھی برائے تربیت نہیں بلکہ ''قصہ برائے قصہ'' نازل ہوئے تھے۔

اس طرح قصص قرآن کی افادیت کم سے کم ہوتی چلی گئی اب خدا ہی جانے کہ قرآن کریم کب اسرائیلیات کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوگا۔زیر نظر شمارہ اسی سلسلہ کی ایک کوشش ہے جس کے لیے ہم ان تمام حضرات کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنے رشحات قلم سے نواز کر اس شمارہ کو پیش کرنے میں تعاون فرمایا۔ادارہ اس سے قبل بھی مختلف قرآنی موضوعات پر وقیع شمارے قارئین کی نذر کر چکا ہے۔رب کریم! تمام مسلمانوں کو قرآن سمجھنے اور اس سے کماحقہ استفادہ کی توفیق کرامت فرمائے۔آمین ❀❀❀

قرآن میں

صاحب قرآن کا تذکرہ

مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی
نیو جرسی' امریکہ

قرآن کریم اور فرقان حمید نے تمام انبیاء کے تذکرے اجمالی طور پر کئے ہیں اور سرکار ختمی مرتبت صاحب قرآن کا تذکرہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔ اگرچہ قرآن سیرت اور سوانح کی کتاب نہیں ہے۔ لیکن مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ کے مصداق قرآن نے کسی بھی شئے کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین انبیاء/۱۰۷

''اے نبی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم کا تذکرہ عالمین کے ساتھ ساتھ ہے اور جب تک عالمین کا وجود ہے، تذکرہ باقی رہے گا۔''

حضور اکرمؐ دعائے خلیل اور نوید مسیحا ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کی دیواروں کو بلند کرنے کے بعد دعا طلب کی ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلو اعلیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمة ویز کیھم انک انت العزیز الحکیم بقرہ/۱۲۹

''اے ہمارے پروردگار تو میری ذریت جوامت مسلمہ ہے اس میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور انہیں پاک وپاکیزہ بنائیں بے شک تو ہر شئے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔'' یہ دعا بارگاہ احدیت میں مقبول ہوئی اور بعثت رسول کا اعلان انہیں الفاظ میں سورۂ جمعہ میں کیا گیا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین جمعہ/۲

''اللہ وہ ہے جس نے مکہ کے رہنے والوں میں انہیں میں سے ایک رسول کو مبعوث کیا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے انہیں پاک و پاکیزہ بناتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے قبل کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واذقال عیسیٰ بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوریۃ وبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین الصف/٦

''اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں میرے سامنے جو توریت ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا جب وہ معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔''

حضور اکرمؐ کے دو ذاتی نام قرآن میں مذکور ہیں ایک احمد جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی اور دوسرے محمد جو قرآن میں چار مقامات پر آیا ہے۔

(١) ومامحمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل آل عمران/١٤٤

''نہیں ہیں محمد مگر رسول ان سے پیشتر بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔''

(٢) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین احزاب/٤٠

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہیں۔''

(٣) وآمنو ابما نزّل علی محمد وھو الحق من ربھم محمد/٢

''اور جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا ہے اور پروردگار کی جانب سے برحق بھی ہے اس پر ایمان لے آو۔''

(٤) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الفتح/٢٩

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔''

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کنت احمد فی السماء وانا محمد فی الارض ''میرا نام آسمانوں میں احمد تھا اور زمین پر محمد ہے۔'' اسی لیے ہم کلمہ، اذان اور تشہد

میں حضور کی رسالت کا اقرار اسی لفظ محمد سے کرتے ہیں۔

جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور بغور اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تبارک نے اپنے نبی آخر الزمان کا ذکر خاص اہتمام اور انصرام سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیگر انبیاء کو ان کا نام لیکر آواز دیتا ہے اور مخاطب کرتا ہے۔ جیسے یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا داود، یا یوسف، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا ذکریا اور یا یحیٰ اور آنحضرتؐ کو نام لے کر خطاب نہیں کیا بلکہ یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر، طٰہٰ اور یٰس کہہ کر یاد کیا ہے۔

قرآن کریم نے آنحضرتؐ کے بہت سے صفاتی نام بیان کئے ہیں مثلاً نذیر، بشیر، منذر، مبشر، شاہد، داعی الی اللہ، سراج منیر، النبی الامی، مذکر، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، رؤف، رحیم اور ارشاد ہوتا ہے یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً احزاب/ ۳۵و۳۶

''اے نبی ہم نے آپ کو شاہد، خوش خبری دینے والا، ڈرانے والا، اذن خدا سے خدا کی جانب بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اس آیت میں آنحضرتؐ کے پا صفاتی اسماء کو یکجا بیان ہوتے ہیں۔''

ارشاد فرمایا لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم توبہ/ ۱۲۸

''یقیناً تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق اور مہربان ہے۔''

نیز فرمایا: قد جاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین المائدہ/ ۱۵

''تمہارے پاس خدا کی جانب سے نور آیا اور واضح کتاب۔''

قرآن کریم میں نبی کے مولد و منشاء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ بلد مین ارشاد ہوتا ہے: لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد و والد و ما ولد ''میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں جس میں آپ رہائش پذیر ہیں اور قسم ہے باپ آدم کی اور اولاد آدم کی۔''

کفار نے نبی اکرمؐ پر شاعر، ساحر اور مجنون ہونے کا الزام لگایا تھا قرآن نے اس کا دفاع کیا ہے: وما علمناہ الشعر و ما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین یٰس/ ۶۹

''اور ہم نے انہیں نہ تو شعر سکھایا اور نہ یہ ان کے لئے مناسب ہے بس یہ ذکر اور واضح قرآن ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا: وما هو بقول شاعر الحاقۃ/۴۱

''یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔'' فرمایا: فذكر فما انت بنعمة ربك بكاهن ولا مجنون الطور/۲۹

''آپ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں خدا کے فضل سے آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون'' وماصاحبكم بمجنون التکویر/۲۲

''اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔''

مختلف آیات میں اللہ نے ان انعامات کا تذکرہ کیا ہے جن سے آنحضرت کو نوازا تھا۔ سورۂ ضحیٰ میں فرمایا ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ الم يجدك يتيما فاوىٰ ووجدك ضالا فهدىٰ ووجدك عائلا فاغنىٰ ''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ عطا کرے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا یتیم پا کر آپ کو پناہ نہیں دی، اور حیران پا کر آپ کی رہنمائی نہیں کی اور محتاج پا کر آپ کو غنی نہیں بنا دیا۔ اور سورۂ انشراح میں فرمایا الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذى انقض ظهرك ورفعنا لك ذكرك " کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کیا، اور آپ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی نیت کو شکستہ کر دیا تھا اور ہم نے آپ کے ذکر کو رفعت عطا کی ہے۔''

قرآن کریم میں نبی اکرم کے قول اور عمل کو اللہ کا قول اور عمل کہا گیا ہے "من يطع الرسول فقد اطاع الله " النساء/۴

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔'' پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور فرمایا ان کی محبت اللہ کی محبت ہے قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم آل عمران/۳۱

''اے پیغمبر آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔'' آپ نے بیعت رضوان کے موقع پر جب لوگوں سے بیعت لی تھی تو اللہ نے اسے اپنی بیعت قرار دیا ہے۔ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم الفتح/۱۰

''جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' حضرت جبرئیل نے غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرتؐ سے کہا کہ

آپ مٹی لے کر ان کفار کی جانب پھینک دیجئے۔ آنحضرتؐ نے ایک مشت خاک میمنہ کی طرف اور ایک میسرہ کی طرف اور ایک ان کے سامنے پھینک دی اور فرمایا شاھت الوجوہ پس وہ لوگ شکست کھا گئے اسی واقعہ کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے و مارمیت اذ رمیت ولکن الله رمیٰ انفال/۱۷

''اے نبی وہ سنگریزے آپ نے نہیں پھینکے جب آپ پھینک رہے تھے بلکہ وہ اللہ نے پھینکے ہیں۔'' اسی طرح پیغمبر کی گفتگو کے بارے میں فرمایا و ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ النجم/۳۰۴

''وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا اس کا کلام وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے۔''

قرآن کریم نے حضور کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنے کو کہا ہے فلاوربک لایومنون حتی یحکموک فیماشعر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجامما قضیت و سلموا تسلیم النساء/۶۵

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ فرمادیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے تسر تسلیم خم کردیں۔

دوسری جگہ فرمایا و ما اتکم الرسول فخذوہ و مانھکم عنه فانتھوا حشر/۷

اور جو کچھ بھی رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس بات سے منع کریں اس سے رک جاؤ نیز فرمایا کہ حلال محمدی ہی قیامت تک حلال ہے اور حرام محمدی ہی قیامت تک حرام رہے گا کسی اور کو حلت و حرمت کا اختیار نہیں ہے۔ الذین یتبعون النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التورۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلام التی کانت علیھم اعراف/۱۵۷

''جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے۔''

قرآن کریم میں ہر جگہ اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کا تذکرہ موجود ہے اطیعو الله کے ساتھ اطیعوا الرسول بھی ہے انما ولیکم الله کے ساتھ رسوله بھی ہے میری

جناب خدیجہؑ کا ذکر: ''اور اے رسولؐ تم کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔'' ضحیٰ/۸

اور جناب فاطمہؑ کا ذکر: ''یہ سب تمہاری جزا ہے اور تمہاری سعی قابل قبول ہے۔'' دہر/۲۲

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔'' (کوثر سے مراد جناب سیدہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا ہیں) کوثر/۱

یہ وہ باشرف و باکردار خواتین اسلام ہیں جو تمام نساء العالمین کے لیے مثال بن گئیں۔ قرآن مجید کی ان سب آیتوں کو پڑھ کر یقیناً دشمنان اسلام اور خاص طور سے ان حضرات کے منھ بند ہو جائیں گے جو دین اسلام پر جھوٹے الزامات لگا کر یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ ہماری بہنوں کو چاہیئے کہ ناول (NOVEL) اور فضول کے اخبارات پڑھنے کے بجائے کتاب تربیت (قرآن مجید) کا مطالعہ کریں تاکہ انہیں اپنی معرفت حاصل ہو سکے۔ ❀❀❀

منقبت در مدح مولائے کائناتؑ

سید رونق رضا زیدی، ایڈوکیٹ

دلوں کو جوڑتی ہے دوستو ولائے علیؑ
سنو، سنو نہیں سنتے ہو تم نوائے علیؑ

علیؑ کی ذات یقیناً ہے بائے بسم اللہ
علیؑ ہیں ہادیٔ دیں، دین ہے بتائے علیؑ

درِ علیؑ پہ پتہ شہرِ علم کا پوچھو
نہیں کسی کو بھی ہے معرفت سوائے علیؑ

خدا کی شان محمدؐ ہیں اور علیؑ بھی ہیں
یہ امرِ حقیقی ہے ہم نوائے علیؑ

ملے گی اس کو ہی جنت جسے دلائے علیؑ
چراغ بجھ نہیں سکتا جسے جلائے علیؑ

جمال احمد مختارؐ ہے جمالِ علیؑ
یہ مانتے ہیں حقیقت میں صوفیائے علیؑ

رہ نجات کی منزل ہے سامنے جن کے
وہ خوب جانتے ہیں عظمتِ وفائے علیؑ

ندا یہ آئی ضروری ہے وِردِ نادِ علیؑ
فضا میں گونج اٹھی ہر طرف ثنائے علیؑ

رضائے خالق کونین ہے رضائے علیؑ
ہر اک نفس نے کہا ہم بھی ہیں فدائے علیؑ

یہ انتشار جو پھیلا ہے سارے عالم میں
اس انتشار کے بانی ہیں بے وفائے علیؑ

علیؑ کی ذات نہ ہوتی تو کچھ نہیں ہوتا
رضاؔ کی ذات یقیناً ہے خاکِ پائے علیؑ

❀❀❀

قرآن کتاب تربیت یا کتاب قصص

محترمہ صغیر بانو

قرآن مجید خدا کی آخری کتاب اور دائمی پیغام ہے۔ جس میں قیامت تک کے لیے ضابطۂ حیات اور دستور زندگی ہے۔ چودہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی اپنی اصلی شکل میں آج تک موجود ہے۔ قرآن اسلام کا بنیادی قانون اور انسانیت کی فلاح وتربیت کا ضامن ہے۔ جس کا فائدہ اور ہدایت سب کے لیے ہے یہ کتاب معرفت کا سرچشمہ اور علوم کا خزانہ ہے۔ دنیا کا ہر طالب علم اس سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ قرآن کا اصل مقصد انسان کی تربیت اور فریضہ شناسی کی صلاحیت کو بیدار کرنا تھا جو اسے روحانی ارتقاء، فطری کمال کے ساتھ انسانی خصوصیت سے آراستہ وپیراستہ کرنے میں مدد پہنچا سکے اور درندے نما انسانوں کی اصلاح وتربیت کی جاسکے۔ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج، عادات واطوار سے متنفر کردیا جائے۔ قرآن کریم نے اپنی حلاوت ولطافت کے ذریعہ روح انسانی کو متاثر کیا اور اس حد تک کامیاب رہا کہ جاہلی رسم و رواج کے متوالے قرآنی احکام کے گرویدہ وشیفتہ ہو گئے۔ اگر انسان آیات قرآنی اور تاریخ اسلام کے پرتو میں اپنی ہستی کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے تو اس میں وہ دُر بے بہا نظر آتے ہیں جو نسل نو کی تعمیر واصلاح میں مؤثر ہیں قرآن میں جو قصص وحکایات بیان کیے گئے ہیں اس کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ گذشتہ انبیاء کے حالات ومعجزات سے آگاہی حاصل ہو اور گذرے ہوئے انبیاء کی نبوت پر یقین رکھا جاسکے اور ان کی قوموں کی کہانی پڑھ کر عبرت حاصل کی جاسکے۔ انبیاء کا روئے زمین پر ہدایت بشر کے لیے آنا اور ان کا منزل امتحان سے گذرنا اور صبر و شکر بجالانا تربیت بشر میں ایک اہم پہلو کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے ہم تمہارا امتحان خوف، اور بھوک اور جان مال، ثمرات کے نقصان کے ذریعہ لیں گے۔ پیغمبرؐ آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں جن کی شان یہ ہے کہ جب ان تک کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں

ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں پلٹ کے جانا ہے۔ قرآن مجید ایسے ہی اخلاقیات کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو اسی منزل کمال تک پہنچانا چاہتا ہے۔ جیسا کہ آدمؑ وابلیس کا قصہ تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے تا کہ اولاد آدمؑ کو فتنہ ابلیس سے ہوشیار کر دیا جائے اور بتا دیا جائے کہ شیطان مردود سے دوری اختیار کرو اس کے شر سے جب آدمؑ محفوظ نہ رہ سکے تو اولاد آدمؑ کی حیثیت کیا ہے تمہیں زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۶ قرآن کریم کا ابتدائی سورۂ بقرہ نظام تربیت کا شاہکار ہے اس سورہ میں تربیت بشر کے ہر پہلو تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جس میں نیکی کا امتیاز ایمان کا معیار، نماز زکوٰۃ تعمیر کعبہ میں خلیل وذبیح کی شرکت اور دونوں کی اطاعت گذاروں میں شامل ہونے کی دعا ایک سبق ہے۔

ماہ رمضان کی عظمت، نزول قرآن کی برکت، روزے کا اعلان، تلاوت قرآن کی اہمیت کا بھی اشارہ دیا گیا ہے۔ روزے کے دوران دعاؤں کی قبولیت کے پیش نظر حکم دعا کا بھی بیان ہے جو رب العالمین کا کرم بے حساب ہے ورنہ دنیا کا کوئی بھی کریم مانگنے والے کو دوست نہیں رکھتا یہ صرف رب العالمین کا کرم ہے جو مانگنے والوں سے محبت کرتا ہے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔ فلاح ان لوگوں کے لیے ہے جو توبہ کرلیں ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں کہ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا سب کے دل کا حال جانتا ہے وہ وحدہ لاشریک ہے دنیا وآخرت کا مالک وہ رات کو قیامت تک کے لیے حکم دے دے تو کوئی دن کا اجالا پھیلانے والا نہیں اگر وہ حکم نہ دے تو سورج غروب نہ ہو اور دن ختم کر کے پُرسکون رات کبھی نہ آئے وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہی ہے جسے ہمارے آرام وچین کا بے حد خیال ہے مگر افسوس ہم نے اپنے خدا کو صحیح طریقے سے نہیں پہچانا یہ اور بات ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰؐ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی بنا پر گمراہوں پر دنیا میں عذاب نازل ہوگا اس لیے کہ امت محمدؐ کا حساب خدا نے آخرت پر اٹھا رکھا ہے۔ جناب موسیٰؑ کے سلسلے میں تذکرہ یوں ہے کہ جناب موسیٰؑ نے خدا کا پیغام فرعون کو دیا تو فرعون نے موسیٰؑ کا مذاق اڑایا اور کہا میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اگر کسی اور کو خدا قرار دیا تو میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔ موسیٰؑ نے عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کہا میں خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں فرعون نے کہا اپنی نبوت کی کوئی نشانی لے آؤ اپنی رسالت کا ثبوت پیش کرو تو موسیٰؑ نے بحکم خدا اپنے عصا کو پھینکا تو اژدھا بن گیا ہاتھ کو نکالا تو اس میں چمک پیدا ہوگئی۔ فرعون نے کہا یہ بہت بڑا جادوگر ہے فرعون نے بھی مقابلے کے لیے اپنے جادوگروں کو جمع کیا ذرا موسیٰؑ کو تم

بھی اپنا جادو دکھاؤ انھوں نے رسیاں اور ڈنڈے پھینکے وہ سب جادو کے ذریعہ سانپ بن گئے مقابلہ میں موسیٰؑ نے پھر اپنا عصا ڈالا وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گیا۔ جادوگر موسیٰؑ پر اور رب موسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔ قصص قرآن کا یہ ایک بہترین مناظرہ ہے جس کا تذکرہ مسلمانوں کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت کے لیے ضروری ہے۔ ہمارے پروردگار نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اپنے رسولؐ کو قرآن کے ذریعہ تبلیغ کا حکم دیا اور گذشتہ انبیاء کی امتوں کا ذکر شروع کر دیا جنھیں ان کے انکار یا بدکرداری کی بنا پر تباہ کیا گیا تھا منشائے پروردگار یہی ہے کہ سابق امتوں کے اعمال اور انجام دونوں سے انسان باخبر رہے اور دوبارہ دھوکہ نہ کھائے۔ جناب نوحؑ نے جب خدا کی عبادت کی دعوت دی تو قوم نے انہیں گمراہ کہہ دیا اور آخر میں نتیجہ یہ نکلا کہ اہل سفینہ کے علاوہ سب کو غرق کر دیا گیا۔ جناب ہودؑ نے قوم عاد کو دعوت عبادت وتقویٰ دی تو ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا آخر خدا نے صرف ان کے مخلصین کو نجات دی باقی سب کو ہلاک کر دیا۔ جناب صالحؑ نے بھی لوگوں کو پیغام خدا سنایا اور لوگوں کو دعوت بندگی دی اور ایک ناقہ کو پیش کیا کہ یہ خدا کی نشانی ہے لیکن وہ مذاق ہی اڑاتے رہے آخر میں ناقہ صالحؑ کے بھی پیر کاٹ دیئے اور عذاب خدا کو چیلنج کر دیا اور خدا نے ایک جھٹکے میں سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور کوئی مال واقتدار کام نہیں آیا۔ جناب لوطؑ کا ذکر بھی قرآن میں اس طرح ہے کہ لوطؑ کی قوم بہت بدکار تھی۔ لوطؑ نے قوم کو بدکاری سے روکا لیکن قوم کا جواب یہ تھا کہ یہ بہت پارسا بنتے ہیں انہیں علاقے سے باہر نکال دیا جائے جس کے سبب ہم نے عذاب کی شکل میں آسمان سے پتھر برسا دیئے۔ لوطؑ اور ان کے اہل کے سوا کوئی نہ بچا حد یہ ہے کہ ان کی زوجہ بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ تاکہ امت اسلامیہ ہوش میں آجائے اور نبی کی زوجہ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دے زوجیت کا تقدس عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔ یہ سارے واقعات عالم انسانیت کی تربیت کے بہترین نمونہ عمل ہے۔ قرآن کریم کو محض کتاب قصص تصور کرنا اصول اسلامی کے خلاف ہے جو کتاب (لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین) کا اعلان کر رہی ہو وہ محض قصص وحکایات کی کتاب کیسے ہو سکتی ہے۔ اصول تربیت میں جن واقعات کی زیادہ ضرورت تھی اس کا تذکرہ تفصیلی طور سے قرآن میں موجود ہے جیسا کہ احسن القصص کے نام سے سورۂ یوسف میں جناب یوسفؑ کا تذکرہ امت محمدیہ کو یہ سبق دے رہا ہے کہ یوسفؑ کے اپنے سگے بھائیوں نے یوسفؑ کے ساتھ کیسا سلوک کیا مگر یوسفؑ نے اپنے خدا پر یقین اور بھروسہ بنائے رکھا۔ زلیخا کے مکر وفریب سے خود کو

بچائے رکھا اور دامن نبوت کو داغدار نہیں ہونے دیا۔ زنان مصر نے انگلیاں کاٹ لیں زلیخا عشق یوسفؑ میں دیوانی ہوگئی مگر یوسفؑ کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا۔ قید خانے میں رہے مگر امتحان میں کامیابی حاصل کر کے رہے آخر رہائی ملی تو ایسی کہ عزیز مصر کی عورتوں نے کہا کہ یوسفؑ بے گناہ ہیں ان کی کوئی خطا نہیں خود زلیخا نے کہا یوسفؑ صادقین میں سے ہیں یہ سب میری چال تھی اب حق بالکل واضح ہو چکا ہے۔ قرآن میں انبیاء کا تذکرہ کر کے مراحل امتحان میں صبر و شکر کرنے والوں کی جزا کا اعلان تربیت کا ایک خاص انداز ہے اصلاح بشر کے لیے جو واقعات اہمیت رکھتے تھے ان کا بار بار تذکرہ بھی کیا جا ہے وہ موسیٰؑ و عیسیٰؑ و ابراہیمؑ جیسے انبیاء کا ہو یا فرعون و نمرود جیسے ظالم بادشاہوں کا کسی کی فضیلت بیان کی گئی تو کسی کی مذمت کر کے حیوان کے مانند یا حیوان سے بدتر قرار دیا۔ حیوان عقل نہ رکھنے کی بنا پر بہک جاتے ہیں مگر انسان جب راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ دنیا میں مزے اڑا رہے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں۔ محمد/۱۲

یہ آیت دوہری کمزوری کا اعلان کر رہی ہے ایک تو یہ کہ زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور مزے اڑانا ہے اس سے زیادہ کسی کی فکر نہیں عاقبت کے بارے میں سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور دوسری کمزوری یہ ہے کہ جس طرح حیوانات اپنے کھانے میں حلال و حرام، جائز و ناجائز اچھے برے کا امتیاز نہیں رکھتے اسی طرح کفر والے خدائی قوانین سے بے نیازی کی بنا پر مجرم ہو گئے ہیں اور بالکل جانوروں جیسی زندگی گذار رہے ہیں۔ اور صاحب ایمان کے لیے بشارت دی گئی ہے جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے ان کے واسطے پروردگار کے یہاں نہریں جاری ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کے لیے وہاں پاکیزہ ازواج ہیں اور اللہ کی خوشنودی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے خدا پر سچے دل سے ایمان لے آئے اور اپنی مغفرت کی دعا خدا سے مانگا کرتے ہیں کہ خدایا ہمیں بخش دے، ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ یہ صبح کے وقت استغفار کرنے والے اور سچ بولنے والے، صبر کرنے والے، اطاعت گذار بندے ہیں۔

کتاب قرآن نے انسان کو زندگی کے تمام آداب بھی سکھائے اور اچھی طرح سمجھا دیا کہ کس طرح کی زندگی گذارنے سے تمہارا شمار مومنین و صالحین میں ہوگا۔ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیئے لوگوں کے ساتھ اچھی باتیں کرو۔

''میرے بندوں سے کہہ دو وہ ایسی باتیں کریں جو بہترین ہوں۔'' نساء/۸۶

''جب تمہیں کوئی سلام کرے تو اسے بہتر جواب دو۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور تم خود بھی پابندی کے ساتھ نماز پڑھو۔'' طٰہٰ/۱۳۲

''تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' بقرہ/۱۸۳

''اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر تمہارے ماں باپ دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے کبھی اُف نہ کرنا انہیں جھڑکنا نہیں ان سے ہمیشہ دھیمی آواز میں بات کرنا ان کے لیے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھے کو جھکا دینا ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہنا کہ پروردگار ان دونوں پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے'' بنی اسرائیل

قرآن کا غور وفکر سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو اس کتاب میں موجود نہ ہو۔ بہت سی ایسی آیتیں ہیں جن میں اسلام کی عظمت و بلند روح کی پاکیزگی اور طہارت قلب کے اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے یہ ایسی لامحدود کتاب ہے یہ عقائد امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ ساتھ احکام، آداب، اخلاق کا انمول خزانہ ہے۔ یہ ہدایت عطا کرنے والی عدل وانصاف سے لبریز دنیائے بشریت کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کو تمام معجزات پر فضیلت حاصل ہے۔ غرض کہ قرآن مجید میں تمام اخلاقی، سماجی، تربیتی قوانین کو جمع کر دیا ہے اس کے قوانین کی بنیاد عدل واحسان پر قائم ہے اس کا مقصد راہ حق کی نشاندہی، باطل کی روک تھام، انسان کو انحراف وگمراہی سے محفوظ رکھنا، تاریکیوں سے نور کی طرف ہدایت کرنا انسان کو مسلمان اور مسلمان کو انسانی فضائل وکمالات سے مالا مال کرنا ہے جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وحی آسمانی ہونے کے ساتھ ساتھ الفاظ وکلمات ونور حکمت کے ساتھ جسے خداوند عالم نے قلب پیغمبرؐ پر اتارا وہ صرف مسلمانوں کے لیے ذریعہ تربیت اور راہ ہدایت ہے۔ ❀❀❀

اس شمارے پر علامت X
آپ پر مجلّہ سے متعلق رقم واجب الادا ہونے کی نشاندہی کر رہی ہے سالانہ زر اعانت ارسال فرما کر شکر گذار کریں
ادارہ

نقشۂ ترک سحر و ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مطابق افق لکھنؤ

نوٹ: ترک سحر میں تقریباً ۵ امنٹ کی احتیاط پیش نظر رکھی گئی ہے نماز صبح کم از کم ۱۵ منٹ بعد پڑھیں۔

دن					
جمعہ FRI		۲ — 7 OCT — 4.31 — 5.57	۹ — 14 OCT — 4.34 — 5.50	۱۶ — 21 OCT — 4.37 — 5.44	۲۳ — 28 OCT — 4.41 — 5.37
سنیچر SAT		۳ — 8 OCT — 4.31 — 5.56	۱۰ — 15 OCT — 4.35 — 5.49	۱۷ — 22 OCT — 4.37 — 5.43	۲۴ — 29 OCT — 4.41 — 5.36
اتوار SUN		۴ — 9 OCT — 4.32 — 5.55	۱۱ — 16 OCT — 4.35 — 5.48	۱۸ — 23 OCT — 4.38 — 5.42	۲۵ — 30 OCT — 4.42 — 5.35
پیر MON		۵ — 10 OCT — 4.32 — 5.54	۱۲ — 17 OCT — 4.35 — 5.48	۱۹ — 24 OCT — 4.38 — 5.41	۲۶ — 31 OCT — 4.42 — 5.35
منگل TUE	۲۹ — 4 OCT — 4.29 — 5.59	۶ — 11 OCT — 4.33 — 5.53	۱۳ — 18 OCT — 4.36 — 5.47	۲۰ — 25 OCT — 4.39 — 5.40	۲۷ — 1 NOV — 4.42 — 5.34
بدھ WED	۳۰ — 5 OCT — 4.30 — 5.58	۷ — 12 OCT — 4.33 — 5.52	۱۴ — 19 OCT — 4.37 — 5.46	۲۱ — 26 OCT — 4.40 — 5.39	۲۸ — 2 NOV — 4.43 — 5.33
جمعرات THU	۱ — 6 OCT — 4.30 — 5.57	۸ — 13 OCT — 4.34 — 5.51	۱۵ — 20 OCT — 4.37 — 5.45	۲۲ — 27 OCT — 4.41 — 5.38	۲۹ — 3 NOV — 4.43 — 5.33

ان جگہوں کا وقت لکھنؤ سے (منٹوں میں)

آرہ	۱۴	پٹنہ	۱۶	سیوان	۱۴
اعظم گڑھ	۸	جونپور	۷	غازیپور	۱۰
اکبرپور	۶	چھپرہ	۱۵	فیض آباد	۴
الہ آباد	۲	چمپارن	۱۶	کلکتہ	۲۹
بہرائچ	۳	۲۴ پرگنہ	۳۰	گیا	۱۶
بلیا	۱۰	دربھنگہ	۲۰	گورکھپور	۹
بنارس	۸	دھنباد	۲۰	گونڈہ	۴
		رانچی	۱۶	مرزاپور	۸
بستی	۸	رائے بریلی	۱	مظفرپور	۱۸
پرتاپگڑھ	۳	سلطانپور	۴	موتی ہار	۱۶
پورنیہ	۲۶	سارن	۱۵	مئو	۱۰

آگرہ	۱۲	حیدرآباد	۹	کھیری	۱
اٹاوا	۷	دہلی	۱۵	میرٹھ	۱۳
اجمیر	۲۵	دہرادون	۱۲	مظفرنگر	۱۳
احمدآباد	۳۲	رام پور	۸	مرادآباد	۱۰
اورنگ آباد	۲۳	سہارنپور	۱۳	مدراس	۳
بریلی	۶	شاہجہانپور	۴	مصوری	۱۲
بدایوں	۸	علی گڑھ	۱۱	نینی تال	۶
پیلی بھیت	۴	غازی آباد	۳	ناگپور	۸
پونہ	۲۹	فتح پور	۱	ہردوئی	۳
جھانسی	۹	کانپور	۲	ہمیرپور	۴

دینی ماحول سازی

کے لئے ہمارے ساتھ قدم بڑھائیں

☆ ایک سال کے اخراجات (تقریباً سوا کروڑ روپئے) پورا کرنے کے لئے بھرپور اعانت فرمائیں۔

☆ جن بستیوں میں مکاتب نہیں ہیں وہاں مکتب قائم کرنے کی کوشش کریں اور کالج یا اسکول جانے والی بڑی بچیوں کے لئے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ قائم کریں۔

☆ تمام تر دینی خدمات کے لئے ادارہ سے رابطہ رکھیں۔

☆ تنظیم المکاتب کو دیگر مومنین سے روشناس کرائیں اور ان کو بھی ادارہ کی مدد کرنے پر آمادہ کریں۔

فطرہ! بستی میں مستحق مومن ہو تو اسے دیجئے نہ ہو تو مستحقین تک پہونچانے کے لئے **تنظیم المکاتب** کو دیجئے

قصص قرآن اور اسرائیلیات

سید منظر صادق زیدی

قرآن مجید کے بعد اسلامی معارف کا دوسرا منبع و سرچشمہ بلا شبہ احادیث و روایات ہیں بلکہ اگر خود قرآن مجید سے استفادہ کرنا ہے تو بھی احادیث کا سہارا لینا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کلیات کا تذکرہ ہے ''جزئیات'' بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ جزئیات کی توضیح و تشریح کے لئے بہر حال اقوال معصومین علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ احادیث و روایات کا سہارا لئے بغیر قرآن کی تبیین و تشریح و تفسیر ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ نے وقت آخر ہدایت امت کے لئے ''قرآن واہلبیتؑ'' دونوں کے دامن سے متمسک رہنے کا حکم دیا اور کسی کو کافی قرار نہ دیا۔ قرآن قطعی طور پر خدا کا کلام ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر احادیث کی تمام ترافادیت وضرورت کے باوجود ان کے بارے میں یہ خطرہ پایا جاتا ہے کہ اکثر روایات قطعی نہیں ہیں یعنی ان کے بارے میں قطع و یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ''ارشاد معصوم'' ہی ہے بلکہ ممکن ہے کہ کوئی حدیث جھوٹی اور جعلی ہو۔ اس لئے کہ روایت جعل کرنے کا سلسلہ عہد پیغمبرؐ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ خلفاء ثلاثہ کے دور میں پروان چڑھا اور معاویہ کے دور اقتدار میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ دراصل جب کفار قریش اور یہود و نصاریٰ نے یہ محسوس کرلیا کہ میدان جنگ میں اسلام کو شکست نہیں دی جاسکتی اور اسلام کی آواز کو دبایا نہیں جاسکتا تو انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور وہ اسلام کا نقاب اوڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور اس طرح ان کے لئے مسلمانوں کے درمیان رہ کر غیر اسلامی عقائد و نظریات اور انحرافی خیالات کی تبلیغ و ترویج کے ذریعہ اسلام کو اندرونی طور پر کھوکھلا کرنے کے امکانات پیدا ہو گئے۔

عشق رسولؐ سے سرشار صاحبان ایمان کے لئے خدا اور رسولؐ کی باتوں کے علاوہ دوسروں کی باتوں کا قبول کرنا ممکن نہیں تھا لہٰذا سازشی اذہان نے پیغمبرؐ کے نام پر جھوٹی حدیثوں کی فیکٹری لگادی۔ خلافت پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں نے اپنے مفادات کے لئے ایسے افراد کی پشت پناہی کی جھوٹی احادیث پر انعام واکرم سے نوازا گیا صرف روایات ہی جعل نہیں کی گئیں بلکہ فرضی اور جعلی صحابی بنائے گئے اور جعلی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا اور عام انسانوں کے لئے حق و باطل میں تمیز مشکل ہو گئی۔ بقول علامہ اقبالؔ

حقیقت خرافات میں کھوگئی — یہ امت روایات میں کھوگئی

ایسی ہی فرضی، جعلی اور جھوٹی روایات کو علماء نے ''اسرائیلیات'' کا نام دیا ہے یعنی وہ روایات جو یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں جعل ہوئیں اور تفسیر قرآن خصوصاً قصص قرآن کی تشریح کی خاطر

اسلامی دنیا میں رواج پا گئیں۔ خدائے جزائے خیر دے ان علماء اسلام کو جو صورتحال کے خاموش تماشائی نہیں بنے رہے بلکہ جانفشانی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ معتبر اور غیر معتبر احادیث کی شناخت کے اصول مقرر کئے، ایک ایک راوی کے حالات معلوم کر کے علم رجال پر کتابیں لکھیں۔ علامہ امینیؒ نے اپنی کتاب الغدیر میں جھوٹی روایات نقل کرنے والے ۷۰۰ راویوں کے نام تحریر فرمائے ہیں ان میں سے ۱۴۰ افراد وہ ہیں جنہیں جعل حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ علامہ مرتضیٰ عسکری نے ایک سو پچاس فرضی اور جعلی صحابیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ علم حدیث و درایت و رجال کے علاوہ اسرائیلیات کے خطرات کو محسوس کرتے ہوئے علماء نے اسرائیلیات کے موضوع پر بھی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں ''اسرائیلیات در قرآن''، ''اسرائیلیات والموضوعات''، ''الموضوعات''، ''اللئالی المصنوعہ''، ''تذکرۃ الموضوعات''، ''اللؤلؤ المرصوع''، ''الموضوعات الکبیر''، ''الاسرائیلیات واثرھا فی التفسیر'' ''المیزان، ج/۱، ح/۱۲ (بحث اسرائیلیات) قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ تمام مفسرین کے خطرات کی جانب متوجہ کیا ہے۔ علماء و محدثین و مفسرین نے ان افراد کی نشاندہی بھی کی جو قصص قرآن کے نام پر ''اسرائیلیات'' کی ترویج میں پیش پیش تھے۔ ان میں عبداللہ بن سلام، کعب الاحبار، وہب بن منبہ، ابن جریح، تمیم بن اوس الداری، محمد بن کعب، عبداللہ بن عمر بن العاص اور ابو ہریرہ سرفہرست ہیں۔ ان تازہ مسلمین میں زیادہ تر یہودیوں کے عالم یا قصہ گو افراد تھے۔ مفسرین نے تفاسیر میں موجود بعض اسرائیلیات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے مثلاً ''قالوا یا موسیٰ ان فیھا قوما جبارین...'' (مائدہ/۲۶) اس آیت کے ذیل میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''جناب موسیٰ کو جباریان کے شہر میں داخلہ کا حکم ہوا آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر ''اریحا'' شہر پہنچ گئے۔ جناب موسیٰ نے بارہ افراد منتخب کر کے قوم جبار کی جانب حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا وہ لوگ ایک باغ میں پہنچے۔ باغ کا مالک (قوم جبار کی ایک فرد) جب اپنے باغ میں آیا تو کچھ لوگوں کے پاؤں کے نشان اس نے تلاش کرنا شروع کیا اور ایک ایک کو پکڑ کر اپنی آستین میں بھر لیا (بقولے نیفے میں لپیٹ لیا) اور بادشاہ کے سامنے لے جا کر زمین پر پھینک دیا۔ بادشاہ نے کہا دیکھ لیا۔ جاؤ اور اپنے حاکم کو ہمارے حالات بتا دو۔'' یا مثلاً عوج بن عنق تیار کر دیا گیا جس کے بارے میں کہا گیا کہ جناب موسیٰ چالیس گز کے تھے، ۴۰ گز کا عصا تھا، ۴۰ گز پہاڑ پر چڑھے ۴۰ گز کود کر عصا مارا تو عوج بن عنق کے ٹخنے پر لگا۔ سمندر سے مچھلی پکڑ کر ہاتھ اٹھا کر سورج سے بھون لیا کرتا تھا۔ طوفان نوحؑ میں پانی گھٹنوں تک آیا خدا سے شکایت تھی کہ زندگی میں جی بھر کر نہا نہ سکا!! علامہ طباطبائی نے ہاروت و ماروت، قصہ یوسف اور خلقت جناب آدمؑ و حواؑ کے ذیل میں اسرائیلیات کی نشاندہی کی ہے۔

ہمارے سماج میں کتب بینی کے بجائے سنی سنائی باتیں نقل کی جاتی ہیں چنانچہ ایک مقرر نے سر منبر بیان کیا کہ ''باب خیبر میں جو تالے لگائے جاتے تھے ان کی چابیوں کا وزن ۴۰ من تھا۔ اور مرحب کی بہن ان چابیوں کو اپنے کمر بند میں لٹکائے پھرتی تھی!!

بقیہ ص/۱۲۰ پر

السلام علیک

یاعبدالصالح

علمدار لشکر حسینی، سقائے سکینہؑ

فاتح فرات

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

کی ولادت باسعادت کو چودہ سو سال پورا ہونے پر

تمام پیروان مکتب اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں

مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ادارہ

سیری اللہ عملکم کے ساتھ رسول بھی ہے واذتنازعتم فیہ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر نساء/۵۹

''اور اگر اس بارے میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف واپس لاؤ اگر اللہ اور روز آخرت پر تمہارا ایمان ہے۔''

رسول اکرم کی بزم میں بیٹھے اور ان سے گفتگو کرنے کے آداب بھی قرآن کریم نے بیان کئے ہیں ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا النور/۶۳

''مسلمانو! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔'' سورۂ حجرات کے آغاز میں ۵ آیتوں میں ان آداب کا تذکرہ ہے یا ایھا الذین امنوا لاتقدموا غفور رحیم ایمان والو! خبردار اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرنا اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات بھی نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو دھیما رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے اور انہیں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان کی اکثریت کچھ نہیں سمجھتی ہے اور اگر یہ اتنا صبر کر لیتے کہ آپ نکل کر باہر آجاتے۔ تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا اور اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قرآن مجید قلب اطہر پیغمبر اکرم پر نازل ہوا انہ لتنزیل رب العٰلمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین الشعراء/۱۹۳

''یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب مبارک پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔'' اور زبان مبارک پیغمبر اکرمؐ سے جاری ہوا ہے۔ سورۂ فرقان میں تنزیل قرآن کو اس طور سے بیان فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا الفرقان/۱

''بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر فرقان کو نازل کیا تاکہ وہ سارے عالمین کے لیے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہو۔'' اور جب معراج کا تذکرہ کیا تو فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر بنی اسرائیل/۱

عبد صالح

حضرت ابوالفضل العباس ؑ

میثم زیدی

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ۲۴ سال کی عمر میں صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ عقد کیا۔ شادی کے وقت آپ کے پاس مال دنیا میں اتنا بھی نہ تھا کہ اپنا مہر ادا کر سکتے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی جنگی زرہ ۴۸۰ درہم میں فروخت کی اور اسی سے شادی کا اہتمام کیا لیکن افسوس کہ شادی کے بعد صرف ۹ سال تک صدیقہ طاہرہ ؑ زندہ رہ سکیں اور ۱۸ سال کی عمر میں شہادت ہوئی۔

صدیقہ طاہرہ کی زندگی میں امیر المومنین ؑ نے دوسری شادی نہیں کی درحالیکہ اس زمانہ میں متعدد ازواج کا رکھنا رائج طریقہ کار تھا اور سماج میں بھی کوئی عیب نہ تھا لیکن آپ نے رسول اسلام ؐ اور فاطمہ زہرا ؑ کے احترام میں دوسری شادی نہیں کی۔ عبدالحسین مومنی ؒ نے اپنی کتاب قمر بنی ہاشم میں لکھا ہے کہ صدیقہ طاہرہ کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بچوں کی پرورش کی خاطر صدیقہ طاہرہ کی خالہ زاد بہن امامہ کے ساتھ شادی کر لی تاکہ عزیز ہونے کے ناطے بچوں کی دیکھ ریکھ بہتر سے بہتر ہو سکے۔ امامہ سے حضرت علی ؑ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

جناب امیر المومنین ؑ کی ازواج میں معروف ترین زوجہ فاطمہ بنت حزام ابن خالد ابن ربیعہ تھیں جو ام البنین کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ حوازن کے رئیس جعفر ابن کلاب سے تھا۔ یہ واقعہ مشہور ہے کہ امیر المومنین ؑ کے بھائی جناب عقیل ؒ اپنے زمانہ کے بڑے عالم انساب شمار کئے جاتے تھے اور اس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ایک دن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جناب عقیل ؒ سے فرمایا کہ معروف قبیلوں میں سے کسی ایک ایسی لڑکی کا آپ

میرے لیے انتخاب کردیں جس کے ذریعہ بہادر اور باشہامت بیٹے کی میری خواہش پوری ہو سکے۔ جناب عقیلؑ نے جستجو و تلاش کے بعد فاطمہ بنت حزام کا نام پیش کیا۔ امیر المومنینؑ نے جناب عقیلؑ سے کہا کہ ان کے گھر والوں سے مل کر آپ میرے لیے رشتہ پیش کردیں۔ جناب عقیلؑ نے رشتہ پیش کیا اور اس طرح رشتہ طے ہوگیا بیشک یہ رشتہ فاطمہ بنت حزام کے لیے ایک لائق صد افتخار رشتہ تھا۔ جناب عقیلؑ نے اپنے بھائی حضرت علیؑ کی جانب سے عقد پڑھا۔

ولادت:

حضرت ابوالفضل العباسؑ کی ولادت شعبان ۲۶ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ سنہ ولادت میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ تاریخ ولادت میں اختلاف نظر ہے اکثریت نے ۴؍شعبان کو مانا ہے البتہ ۱۷؍شعبان بھی بیان کی جاتی ہے۔ آپ حضرت علیؑ کے پانچویں بیٹے تھے۔ حسنؑ حسینؑ و محسنؑ و محمد حنفیہ کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ امیر المومنینؑ نے آپ کو گھوڑ سواری اور شمشیر زنی کا فن سکھایا۔ آپ کا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ بچپن ہی میں آپ کو لوگوں نے قمر بنی ہاشم کہنا شروع کردیا۔ یہ لقب آپ کو آپ کے اجداد سے ملا۔ رسول اکرمؐ کے جد امجد عبد مناف کو قمر العرب کہا جاتا تھا۔ آپ کو قمر بنی ہاشم کہا گیا اور رسول اسلامؐ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کو قمر الحرم کہا جاتا تھا۔ آپ کو بھی آپ کے اجداد کی طرح قمر بنی ہاشم کا لقب دیا گیا۔ آپ کے اور بھی بہت سے القاب ہیں جن میں سے آپ کو سقا، عبد صالح، باب الحوائج کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ مثلاً امام جعفر صادقؑ سے منسوب حضرت عباسؑ کی زیارت میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت عباسؑ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا السلام علیک یا عبدالصالح المطیع للہ ولرسولہ

تاریخ میں ملتا ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ اپنے فرزند عباسؑ کو آغوش میں لیے کہہ رہے تھے کہو "ایک" حضرت عباسؑ نے شیریں زبانی کے ساتھ جواب دیا "ایک"۔ پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہو "دو" تو حضرت عباسؑ نے کہا میں تو "دو" نہیں کہہ سکتا۔ جب حضرت علیؑ نے پوچھا کہ آخر کیا سبب ہے کہ "دو" نہیں کہہ رہے ہو؟ تو جناب عباسؑ نے فرمایا جس زبان سے "ایک" کہہ چکا ہوں اس سے "دو" کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ چونکہ میرے ایک کہنے کا مقصد وجود خدا کا اقرار تھا اب اسی زبان سے دو کس طرح کہہ سکتا ہوں جس کا کوئی دوسرا نہیں۔ اس جملہ سے حضرت عباسؑ کی کمسنی میں آپ کی معرفت خدا کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت علیؑ

نے اس بچہ کا نام عباس رکھا یعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا شیر۔

جنگ صفین اور حضرت عباسؑ

حضرت عباسؑ کے نام کے ساتھ جہاں دیگر القاب سقا، علمدار وغیرہ جڑے ہوئے ہیں وہیں مطیع امام اور اطاعت گذار کی حیثیت سے بھی بار بار آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ جس کی پرورش کا مقصد امام اور حریم اہلبیتؑ کی حفاظت ہو، اسے امامؑ کی اطاعت میں ایسے موقعوں پر خاموش رہنا جب امام اور خاندان اہلبیتؑ مصیبتوں میں گھرے ہوں۔ تاریخ میں ذکر ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی جانب سے حضرت عباسؑ میدان میں آئے درحالیکہ آپ کے چہرے پر نقاب پڑی تھی اور آپ کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ معاویہ نے حضرت عباسؑ کے مقابل لڑنے کے لیے اپنے لشکر کے سردار ابن شعشاء کو بھیجا۔ تو اس نے معاویہ سے غرور آمیز لہجہ میں کہا "میں ہزار بہادروں کے مقابلہ کافی سمجھا جاتا ہوں۔ اور تو مجھے اس بچے کے مقابلہ میں بھیج رہا ہے اس طرح سے میری توہین کر رہا ہے۔ اے امیر معاویہ چونکہ تیرا حکم ہے لہٰذا میں اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو بھیج دے رہا ہوں جو اس جوان کے مقابلہ میں کافی ہوگا۔" ابن شعشاء کا بیٹا میدان میں آیا اور ایک ہی بار میں مارا گیا۔ پھر ابن شعشاء نے اپنا دوسرا بیٹا میدان کارزار میں بھیجا کچھ دیر نہ گذری تھی کہ وہ بھی مار ڈالا گیا۔ اسی طرح ابن شعشاء کے سات بیٹے میدان جنگ میں آئے اور سب یکے بعد دیگرے اس جوان رعنا کے ہاتھوں مارے گئے۔ اپنے بیٹوں کی موت کے غم و غصہ میں چور اور اپنی طاقت کے نشے میں مغرور ابن شعشاء خود میدان جنگ میں اترا اور جنگ شروع ہوئی کچھ ہی دیر میں وہ بھی واصل جہنم ہوا۔ حضرت عباسؑ خیمہ میں واپس آئے امیرالمومنینؑ نے حضرت کی چہرے کی گرد و خاک کو اپنے دست مبارک سے صاف کیا۔ قمر بنی ہاشم (مومنی) میں تحریر ہے کہ جب حضرت عباسؑ کے مقابلہ میں ابن شعشاء نے اپنے بیٹے کو بھیجا تھا اس وقت چہرے کی نقاب کی وجہ سے آپ کو پہچان نہیں پایا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اس ناشناس جوان کے مقابلہ میں اپنے سات بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو بھیج رہا ہوں جو اس جوان کو سائٹھ بہادروں کا مزہ چکھا دے گا اور اس کی ماں سوگوار ہو جائے گی۔

جب حضرت علیؑ نے اپنے ساتھ رہنے والے اصحاب کو اس حد تک معارف الٰہی سے آشنا کر دیا کہ میثم تمار، رشید ہجری، کمیل ابن زیاد، حبیب ابن مظاہر جیسے عظیم شاگرد آپ کی

تربیت میں رہ کر غیب سے باخبر ہو گئے تو عباسؑ جو آپ کی ذریت، آپ کے گود کے پالے اور آپ کی اولاد تھے کس طرح معارف الٰہی سے نا آشنا رہتے۔ قمر بنی ہاشم میں عبد الحسین مومنی نے لکھا ہے کہ شہادت سے قبل امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کو بلایا اور امام حسینؑ کے ہاتھ کو حضرت عباسؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: ''اے عباسؑ حسینؑ کو تمہیں سپرد کر رہا ہوں ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا اور کبھی انہیں تنہا نہ چھوڑنا۔'' اس وقت حضرت عباسؑ خاموش بیٹھے رو رہے تھے۔ روایات میں ملتا ہے کہ اس کے بعد امام حسینؑ ہمیشہ حضرت عباسؑ سے وزیر، مشاور اور سردار لشکر کی طرح گفتگو کرتے تھے۔

ام البنین حضرت علیؑ کی چوتھی زوجہ تھیں جن سے چار فرزند ہوئے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان۔ یہ چاروں بھائی واقعہ کربلا میں شریک تھے اور سب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ جب ام البنینؑ کو خبر دی گئی کہ عباسؑ شہید کر دیئے گئے تو ام البنینؑ نے کہا کہ میرے حسینؑ کی خبر دو، تو لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ پھر ام البنین نے کہا کہ میرے حسینؑ کی خبر دو پھر لوگوں نے کہا کہ جعفر بھی شہید کر دیئے گئے۔ جناب ام البنینؑ نے فرمایا: میرے حسینؑ کی خبر دو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ ''عثمان بھی شہید کر دیئے گئے۔'' لیکن ام البنین کا ایک ہی سوال تھا میرا حسین کیسا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ امام حسینؑ نے بھی جام شہادت پی لیا ہے تو بے اختیار زمین پر گر گئیں۔ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ ام البنین اپنے بچوں سے زیادہ جناب زہراؑ کے بچوں سے محبت کرتی تھیں۔ خبر سنتے ہی حضرت ام البنین کا یہ حال ہوا کہ جیسے بدن میں روح باقی نہ رہ گئی ہو۔ آپ نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا اب مجھے ام البنین نہ کہنا اب میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں مدینہ میں جناب ام البنین کی رحلت ہو گئی۔ اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا ❀❀❀

معذرت

مضامین تاخیر سے موصول ہونے کے سبب ترتیب کا خیال رکھنا مشکل ہے لہٰذا مقالہ نگار حضرات سے اس سلسلہ میں ہم معذرت خواہ ہیں۔

تقرب الٰہی کے پیکر

علمدار لشکر حسینیؑ

قربان علی

استاد جامعہ امامیہ

خود عہدۂ علمداری، تقرب الٰہی ہے۔ خیبر میں ذاتِ علیؑ، خدا ور سولؐ کی مقرب ترین شخصیت تھی زبان وحی سے اعلان تھا: ''کل میں علم اسے دوں گا جو مرد، کرار، خدا ورسولؐ کا دوست و محبوب ہوگا'' کربلا میں عباسؑ خدا ورسول، علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے نزدیک مقرب ترین دوست اور محبوب ہیں۔

خدا ورسولؐ کے دوست و محبوب اور ایسے مقرب حافظان قرآن، فقہاء و عرفاء کے درمیان امام حسین علیہ السلام کا جناب عباسؑ کو علمداری کے عہدہ پر فائز کرنا بے معنی نہیں ہے۔ جب رسولؐ نے علم دینے کیلئے حفظ قرآن کو معیار قرار دیا ہو اور سورہ بقرہ کے نوجوان حافظ کو علم دے کر جنگ میں بھیجا ہو۔ تو امام حسینؑ بھلا کب کسی غیر حافظ و عارف علوم الٰہیہ کو منصب علمداری پر فائز کر سکتے ہیں؟

جناب عباسؑ مولائے کائنات کی آرزوِ تقربِ الٰہی تھے جو تقرب الٰہی کی قربانی کیلئے مانگا گیا ہو یقیناً وہ خود بھی تقرب الٰہی کے اہم منصب پر فائز ہوگا۔ اولاد سے بھرے گھر میں بہادر خاندان کی بہادر، پاکیزہ صفات اور تقرب الٰہی میں سرشار خاتون سے شادی کرنا، بارگاہ خداوندی سے شجاع و دلیر بچہ کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے؟ یہی تو کہ مولا اپنے اور بچہ کیلئے تقرب الٰہی کا سامان فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

خدا سے جو چیز مانگی جائے، یقیناً روز محشر اس کا حق حساب سخت ہے، مولائے کائنات

نے جناب عباسؑ کی تربیت پر خاص توجہ دی کہ روز محشر خدا کے حضور جواب دیں تو شرمندگی اٹھانا نہ پڑے، گویا مولا نے درس دیا ہے: اگر بے اولاد، اولاد، بیٹی والا بیٹا، بیٹوں والا نیک بیٹا اور نعمت سے محروم شخص خدا سے کوئی نعمت مانگے گا تو ضرور اس کا حساب سخت دینا ہوگا کیونکہ خدا نے اس پر احسان کیا ہے۔

جناب عباسؑ کی ماں ''فاطمہ کلابیہ، ام البنین'' کے تقویٰ وتقرب الٰہی کا یہ عالم ہے کہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ومخلص بندہ کے گھر جب آئی ہیں تو پہلے ڈیوڑھی کو چوما پھر قدم رکھا، امام حسنؑ وامام حسینؑ پر تین تین مرتبہ قربان ہوئیں، پیشانی کا بوسہ لیا اور آواز دی: آقازادو! مجھے اپنی کنیزی میں قبول کرو، میں تم پر نثار، میں تمہاری خدمت کیلئے آئی ہوں۔

ذکر العباس/ انجم الحسن/ ص ۱۴

ام البنینؑ نے ہمیشہ فاطمہ زہراؑ کو شہزادی کہا، خود کو خادمہ سمجھا، عباسؑ نے حسینؑ کو آقا کہا، خود کو غلام سمجھا اسلئے کہ اٹھتے بیٹھتے ماں کی ہر لوری، ہر گہوارہ جنبانی نے یہی کہا تھا: بیٹا! تم حسینؑ کا فدیہ ہو، تم نصرت حسینؑ کیلئے پیدا ہوئے ہو۔

حاکم مدینہ کے پاس جب قاصد شام نے کربلا کی کہانی تفصیل سے بیان کرنا شروع کی تو ایک گوشہ سے برقع وچادر میں نہاں ضعیفہ کی آواز آئی: ارے میرے بیٹے حسینؑ پر کیا گذری، مجھے بتاؤ؟ قاصد نے غیر معمولی آواز سنی تو پوچھا: یہ خاتون کون ہیں؟ کسی نے کہا: یہ عباسؑ کی ماں ام البنینؑ ہیں۔ قاصد نے کہا: عبداللہ قتل ہوئے، بولی: اسے چھوڑو! میں حسینؑ کو پوچھتی ہوں، حسینؑ پر کیا گذری؟ قاصد نے کہا: جعفر اور عثمان بھی قتل ہوئے، بولی: انہیں نہیں پوچھتی ہوں، میں حسینؑ کو پوچھتی ہوں، حسینؑ پر کیا گذری؟ قاصد نے رحم کھاتے ہوئے کہا: کیا بیان کروں، عباسؑ شانے کٹا کر شہید ہوگئے۔ بس اب میرے حسینؑ پر کیا گذری، یہ مجھے بتادو؟ قاصد نے کہا: قتل کردیئے گئے، ایک چیخ ماری اور واحسیناہ واحسیناہ کہتی واپس چلی آئیں۔

اسی ماں بیٹے کے تقرب الٰہی کو دیکھ کر حضرت فاطمہ زہراؑ عباسؑ کو اپنا بیٹا کہتی ہیں:

ایک شخص روزانہ امام حسین علیہ السلام کی تین بار لیکن جناب عباسؑ کی ۲۰ دن کے بعد ایک زیارت کرتا تھا جناب فاطمہ علیہا السلام اسکے خواب میں آئیں اور حالت ناراضگی میں فرمایا

''تَزُوْرُ ابْنِی الْحُسَیْنَ وَلَا تَزُوْرُ ابْنِی الْعَبَّاسَ'' تو میرے بیٹے حسینؑ کی تو زیارت کرتا ہے مگر میرے بیٹے عباسؑ کی زیارت نہیں کرتا ہے، عباسؑ میرا بیٹا ہے، میں اس کی

ذکر العباس/نجم الحسن/ص ۳۶۷

ماں ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز قیامت مولا علی علیہ السلام کو بھیج کر معلوم کرینگے کہ آج فاطمہؑ نے امت کی شفاعت کیلئے کیا اہتمام کیا ہے؟ تو آپ فرمائیں گی: ''کَفانا لِاَجلِ ھٰذا المَقامِ: اَلیدانِ المَقطُوعتانِ مِن ابنِی العَبَّاسِ'' اے ابوالحسن! کہہ دو! آج بیٹا عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ کافی ہیں۔

ایک روز ام البنین عباسؑ کی شہادت اور ہاتھ کٹانے کی خبر سن کر رونے لگیں تو مولا علیؑ نے صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: اے ام البنین! چپ ہو جاؤ، خدا جنت میں اسکو ہاتھوں کے عوض فرشتوں کے ساتھ اڑنے کیلئے دو پر دے گا، جیسا کہ اس نے جعفر طیار کو دیئے تھے۔

ذکر العباس/نجم الحسن/ص ۲۶۱

جناب عباسؑ کی معرفت وتقرب الٰہی کے چرچے زبان وحی پر بھی جاری تھے: حضرت رسول اکرمؐ نے پیدائش سے پہلے آپ کی شجاعت کا قصیدہ پڑھا ہے۔ حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں: روز محشر تمام شہید آپ کے عہدۂ تقرب پر غبطہ ورشک کریں گے۔ جناب عباسؑ کی معرفت اور تقرب الٰہی کا عالم یہ ہے کہ صادقؑ آل محمدؐ نے انہیں ان لفظوں میں سلام کیا ہے:

''السَّلامُ عَلَیکَ یا اَیُّھا العَبدُ الصَّالِحُ''

حضرت امام علی نقیؑ اپنے لعاب دہن سے تر ایک کنکری ابو ہاشم جعفری کو دیں اور وہ اسے چوس کر ۷۳ زبانیں بولنے لگے جس نے براہ راست امام حسینؑ کی زبان امامت چوسی ہو تو اسکے علوم وکمالات کا کیا عالم ہوگا؟ جناب زینبؑ کو علوی ماحول نے علوم کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا تھا کہ الٰہی معاہدوں سے آگاہ تھیں جنہیں صرف خاصان خدا جانتے ہیں، امام سجاد علیہ السلام جب ۱۱ محرم کو لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ مقتل سے گذرے، باپ کی لاش کو دیکھ کر رو پڑے تو انہیں معاہدوں کو یاد دلا کر تسلی دیتی ہیں: بیٹا! تم نانا، بابا اور بھیا کی یادگار ہو، کیوں اپنی جان دیئے جا رہے ہو، یہ خدا کا تمہارے دادا اور بابا سے ایک عہد تھا، جسے یہ زمین والے فرعون نہیں پہچانتے، آسمان والے اچھی طرح پہچانتے ہیں، کچھ لوگ ان ٹکڑوں اور اجسام کو دفن کریں گے تمہارے باپ کے نام سے ایک پرچم نصب کریں گے، قبر کے آثار باطل رہنما مٹا نہ سکے گیں، ان کی ہر کوشش کے بعد بلندی بڑھتی ہی جائے گی۔

اسی پردہ نشین خاتون نے کوفہ وشام کے بازاروں میں خطبے دے کر اپنے علم کا لوہا منوالیا ہو، ایک خطبہ میں کوفہ کے بازاروں کو تہہ وبالا کر دیا ہو اور قیامت کا سماں ہو تو امام سجاد علیہ السلام نے

فرمایا ہو: "اُسۡکُتِی یَا عَمَّۃ فَاَنۡتِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَالِمَۃٌ غَیۡرُ مُعَلَّمَۃٍ فَھِمَۃٌ غَیۡرُ مُفَھَّمَۃٍ" پھوپھی جان! بس اب چپ ہو جایئے، خدا کے فضل و کرم سے آپ کسی تعلیم کے بغیر عالمہ ہیں، کسی تفہیم کے بغیر سمجھدار ہیں تو بزم امامت میں ہر لمحہ تربیت پانے والے عباسؑ جس کو مولا نے خصوصیت سے علوم و فنون سے نوازا ہو، کیا عالم ہوگا؟ جنہیں امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام کی تربیت بھی حاصل ہے، ظرف صالح پر تین معصوموں کی تربیت و پرداخت کیا اثر چھوڑے گی؟

حضرت صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں: "کَانَ عَمُّنَا الۡعَبَّاسُ بۡنُ عَلِیٍّ نَافِذَ الۡبَصِیۡرَۃِ وَصُلۡبَ الۡاِیۡمَانِ" ہمارے چچا عباسؑ بن علیؑ نفوذ بصیرت اور صلابت ایمان پر فائز تھے۔

تنقیح المقال/۱۲۸۲ پر علامہ مامقانی کہتے ہیں: "قَدۡ کَانَ مِنۡ فُقَھَاءِ اَوۡلَادِ الۡاَئِمَّۃِ وَکَانَ عَدۡلًا، ثِقَۃً تَقِیًّا نَقِیًّا" جناب عباسؑ، ائمہ علیہم السلام کے فقہاء شہزادوں میں ایک زبردست فقیہ شہزادے تھے، آپ کا علمی پایہ، ایک عظیم فقہی پایہ تھا، آپ انتہائی عادل، متقی، معتبر اور موثق راوی تھے۔

تقرب الٰہی پر بہترین دلیل یہ ہے کہ آپ بڑے عبادت گذار تھے، عارف کامل، الوہیت و عبودیت کا معترف ہوتا ہے، پیشانی پر سجدے کا نشان آپ کی عبادت و ریاضت پر دلالت کرتا تھا۔ جو بچپنے میں مولا علیؑ کے زانو پر بیٹھ کر دونہ کہے، وحدہ لاشریک خدا کی عبادت سے وہ منھ نہیں موڑ سکتا۔

ذکر العباس/ انجم الحسن/ ص ۲۲

مولود کعبہ نے دودھ نہ پیا جبتک کہ رسول اکرمؐ نے اپنی نصرت و جانبازی کا اقرار نہ لے لیا پس مولا علیؑ سائے کی طرح رسول کے ساتھ ساتھ رہے پسینے کی جگہ خون بہایا۔ جناب عباسؑ نے ماں کا دودھ نہیں پیا، حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور عباسؑ کے دہن اقدس میں اپنی زبان شہر میں ڈال دی چسادی گویا امام نے ویسے ہی عہد لے لیا، جیسے رسول مقبول نے مولا علیؑ سے وفاداری کا عہد لیا تھا مولا علیؑ تاعمر "اَنَا عَبۡدٌ مِنۡ عَبِیۡدِ مُحَمَّدٍ" میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک ہوں، فرمایا کرتے تھے جناب عباسؑ نے بھی تاعمر امام کو آقا ہی کہا ہے کبھی بھائی کہہ کر نہیں پکارا مگر جب امام نے فرمائش کی۔ ❀❀❀

نکلے پدر کے ساتھ مدینے میں جب کبھی	اہل ستم میں پڑ گئی حیرت سے تھرتھری
غل تھا کہ باپ بیٹے کی صورت ہے ایک سی	دیکھو علی کے ساتھ ہے چھوٹا سا اک علی

ہر ہر ادا میں باپ کا تیور دکھائی دے
جس رخ سے دیکھئے اسے حیدرؑ دکھائی دے

لشکر امام حسین علیہ السلام کے علمدار

حضرت عباس علیہ السلام

مولوی احسان احمد

متعلم جامعہ امامیہ

جس طرح دین کی تبلیغ واشاعت میں اللہ کے رسول کو امام علی علیہ السلام کی ضرورت تھی اسی طرح دین کی بقا اور حفاظت کے لیے سبط رسول کو حضرت عباسؑ کی ضرورت تھی۔ جس طرح امام علیؑ زندگی کی ہر موڑ پر نصرت رسول کرتے رہے قدم قدم پر ان کی حمایت کرتے رہے اور ان سے زیادہ کردارِ رسولؐ مزاج رسول اور مقصد رسولؐ سے واقف کوئی نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت عباسؑ زندگی کے ہر لمحے میں نصرت سبطِ رسولؐ کے فرائض انجام دیتے رہے اور ان سے زیادہ مزاج حسینؑ اور مقصد حسینؑ سے کوئی بھی روشناس نہیں تھا۔ جس طرح نبی کریمؐ کو امام علیہ السلام پر پورا اعتماد تھا اسی طرح حضرت عباسؑ بھی دل حسینؑ کے لیے ہمیشہ قابل اطمینان بنے رہے۔

جس طرح حضرت علیؑ کو عالم وجود میں لانے کے لیے ایک متبرک وقت ایک مقدس جگہ کا انتخاب کیا گیا معصومؑ نے دعائیں کیں مشیت نے انتظام کیا۔ اسی طرح حضرت عباسؑ کی خلقت کے لیے ایک مقدس گھرانہ ایک متبرک مہینہ (جسے نبی کریم کا مہینہ کہا جاتا ہے۔) چنا گیا۔ ان کی ولادت کے لیے ایک شریف ترین قبیلہ تلاش کیا گیا اس میں ایک شریف ترین خانوادہ اور اس خانوادہ کی باعظمت اور باکردار خاتون کا انتخاب کیا گیا جس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ باکردار ہونے کے ساتھ ساتھ محبت فاطمہ زہراؑ سے سرشار بھی تھیں۔ حضرت عباس کے لیے بھی معصوم نے رات کی تاریکی اور شب کے سناٹے میں دعائیں مانگی تھیں۔

ایک معصوم فکر جس میں کہیں سے کوئی غلطی کوئی لغزش اور کوئی بھول چوک کا امکان نہیں ہوتا ہے خود حضرت عباسؑ کی سرپرستی کر رہی تھی حضرت کی تربیت باکردار ماں کی آغوش محبت اور

علیؑ جیسے معصوم باپ کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ اور معصومہ نے حضرت عباسؑ کی تربیت کا وہ انتظام کیا کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا تین معصوم کرداروں کے درمیان تھا۔ (امام علی اور امام حسن امام حسین علیہم السلام) اور حضرت عباسؑ کی تربیت ان معصوم کرداروں کے درمیان ایسی ہوئی کہ دیکھنے والا انہیں بھی معصوم سمجھنے لگا۔

خود حضرت عباسؑ نے اپنے آپ کو ایسا بنایا کہ ثانی حیدر کرار کہے جانے لگے۔ اور اسی کمال نفس کے باعث جیسے جناب شمویل کے لیے جناب طالوتؑ تھے جناب موسیٰ کے لیے جناب ہارونؑ تھے۔ نبی کریمؐ کے لیے امام علیؑ تھے اسی طرح امام حسینؑ کے لیے حضرت عباسؑ تھے۔

یہی وجہ تھی کہ مدینہ سے کربلا روانہ ہوتے وقت آپؑ نے بہت سے لوگوں کو سفر سے منع کیا مستقبل کے حالات سے آگاہ فرمایا مگر حضرت عباسؑ سے ایک مرتبہ بھی سفر سے باز رہنے کے لیے نہیں کہا کیونکہ حضرت عباسؑ ہی امام حسینؑ کے قوت بازو تھے۔

اسی لیے شب عاشور جب پہلا حملہ ہوا اور امامؑ ایک رات عبادت الٰہی میں بسر کرنا چاہتے تھے تو امام حسینؑ نے ایک شب کی مہلت طلب کرنے کے لیے حضرت عباسؑ کو ہی پیام رساں بنایا کیونکہ امامؑ جانتے تھے کہ میرے بھائی کی رگوں میں میرے بابا علی مرتضیٰؑ کا خون ہے جو اکیلے دشمنان اسلام کی فوجوں کے سامنے پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے مگر وقت کی مصلحت کے باعث ۲۵ سالہ خاموش زندگی بھی گذار سکتے تھے۔ اور ہوا بھی یہی کہ بیعت طلبی کے باوجود حضرت عباسؑ مولاؑ کا پیغام سنا کر واپس چلے آئے اگر کوئی اور ہوتا تو ممکن تھا تلواریں باہر آجاتی اور مقصد فوت ہو جاتا۔

امام حسینؑ نے منصب علمداری کے لیے بھی حضرت عباس کو ہی منتخب کیا چونکہ علم تو اسلام کی فتح مندی کا نام ہے نہ کہ فقط وہ علم جو ہماری نگاہوں میں محدود ہے۔

بنائے ہوئے علم کو تو ہر شخص اٹھا سکتا ہے مگر علم کی معنویت کو سنبھالنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عباسؑ کے بازو تو قلم ہو گئے مگر کوئی بھی علم کی معنویت کو نہ گرا سکا بلکہ نام عباسؑ علم کی معنویت کا پھریرا بن کر لہراتا رہا۔

عباسؑ نامور کے لہو سے دھلا ہوا
اب تک حسینیت کا ہے پرچم کھلا ہوا

❀❀❀

''پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اطراف کو ہم نے بابرکت بنایا ہے تاکہ ہم انہیں اپنی بعض نشانیاں دکھلا دیں بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔'' سورۂ نجم کی آیت نمبر ۱ تا ۸ معراج پیغمبر اکرمؐ کا ذرا وضاحت کے ساتھ تذکرہ موجود ہے۔

آنحضرتؐ کی حیات طیبہ خواہ اس کا تعلق رزم سے ہو یا بزم سے وہ جلوت کی زندگی ہو یا خلوت کی قرآن کریم نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے۔ عبادت اور بندگی میں کمیت اور کیفیت ہر ایک کا ذاتی معاملہ ہے قرآن کریم نے اس جانب بھی رہنمائی کی ہے۔

سورۂ مزمل میں ارشاد فرمایا: **یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا اوزد علیه ورتل القرآن ترتیلا** المزمل/ ۱ تا ۴

''اے کملی اوڑھنے والے، رات کو اٹھو مگر ذرا کم، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کردو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو۔''

اور پھر آگے چل کر اسی سورہ آیت ۲۰ میں ارشاد فرمایا: آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا نصف شب یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک گروہ بھی ہے سابقہ اقوام پر ان کی برائیوں، اخلاقی خرابیوں اور معصیتوں کے سبب طرح طرح کے عذاب آئے اور بعض اقوام کے انبیاء نے قوموں کے لیے بددعا بھی کی مگر رسول رحمت نے کبھی بھی کسی کے لیے بددعا نہیں کی اور جب طائف کے موقع پر جبرئیلؑ نے کہا تھا کہ میں دونوں پہاڑیوں کو ملا کر ان لوگوں کو نیست و نابود کردوں تو آنحضرت نے فرمایا نہیں میں ان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں باعث زحمت نہیں ارشاد ہوتا ہے: **فبما رحمة من الله لنت لهم ولو کنت فظاغلیظاالقلب لانفضوا من حولک فاعف عنهم واستغفرلهم** آل عمران/ ۱۵۹

بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحب صاحبان تم بھی رسول پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرو جو سلام کرنے کا حق ہے۔ اور اس کے بعد آیت نمبر ۵۷ میں کہا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور خدا نے ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ ❀❀❀

بقیہ.... قصص قرآن اور اسرائیلیات

علماء نے اپنی کتب میں ان عوامل کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اسرائیلیات کے دائرہ اسلام میں سرایت ہونے کا سبب ہوئے۔ منجملہ ان اسباب میں ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ قصہ گوئی کے ماہر بعض تازہ مسلمانوں نے خلیفہ دوم سے اجازت طلب کی اور خلیفہ وقت نے سرکاری طور پر ایسے افراد کو قصہ گوئی کا لائسنس دے دیا اور سب سے پہلے باضابطہ طور پر تمیم الداری کو یہ اجازت حاصل ہوئی۔ آخر خلیفہ وقت تھے عوام کی تفریح طبع کا سامان فراہم کرنا ان کی ذمہ داری جو تھی!!! صرف اتنا ہی نہیں موصوف نے کعب الاحبار سے گذارش کی کہ اپنے پرانے مذہب (یہودیت) کی جو باتیں یاد ہیں وہ ہمیں اور مسلمانوں کو سناؤ!! اس طرح محیر العقول باتیں سرکاری مہر کے ساتھ داخل اسلام ہونے لگیں۔ اور یہودیوں کی دلی مراد بر آئی۔

ایسی صورتحال اسلامیات کے بارے میں اظہار خیال کرنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی محیر العقول بات کو محض ''روایت'' ہونے کی بنیاد پر تسلیم نہ کرے بلکہ عقلی و شرعی میزان پر پرکھنا ضروری ہے۔

جب تک اسرائیلیات کی نقاب کشائی کرنے والی کتب کی اشاعت نہ ہوگی جھوٹی اور جعلی قصہ کہانیوں کے لکھنے اور پڑھنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور اسرائیلیاتؔ کے ذریعہ قوم کا مذہبی استحصال ہوتا رہے گا۔ خدا ہر مومن کو یہودیوں کی سازش میں شریک ہونے سے محفوظ رکھے۔ آمین

تنظیم المکاتب کے زیر اہتمام

مشرقی یوپی (اعظم گڈھ، مئو) کے مکاتب امامیہ کی

دینی تعلیمی کانفرنس اور مجالس عزاء

امامبارہ شاہ محمد پور، مبارکپور، ضلع اعظم گڈھ میں

۱۷و۱۸ر نومبر ۲۰۰۵ء — ۸ بجے صبح — ۳ بجے سہ پہر — ۸ بجے شب

◉ ملک کے مایۂ ناز علما و واعظین، خطبا و شعرا اور ماہرین تعلیم کی شرکت متوقع ◉ مکاتب امامیہ کے طلاب و طالبات کے تعلیمی مظاہرے ◉ ہر نشست کے آخر میں مجلس عزا سید الشہداء علیہ السلام کا انعقاد

مومنین و مومنات سے شرکت کی گذارش ہے (ادارہ)

مجلس ترحیم

بیاد خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری اعلی اللہ مقامہ

انشاء اللہ بتاریخ ۲۴/۲۵/۲۶/۲۷ر نومبر ۲۰۰۵ء جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار ممبئی شہر و پونہ کے مختلف مقامات پر ملک کے مشاہیر علماء کرام کا بیان۔ **مومنین سے شرکت کی گذارش ہے**

منجانب: مولانا غلام عسکری میموریل ٹرسٹ، پونہ

تفصیلات کے لئے رابطہ کریں

مولانا سید غازی رضا نقوی، آفس تنظیم المکاتب حضرت عباسؑ اسٹریٹ ممبئی۔ فون: **23334999**

عکس اجازہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی حسینی الخامنہ ای دام ظلہ الوارف

جمهوری اسلامی ایران

شماره: ۱۷/۵۲۰۰
تاریخ: ۱۳۸۲/۷/۲۶
پیوست:

بسمه تعالی

جناب حجت الاسلام آقای سید صفی حیدر زید عزه
دبیرکل محترم تنظیم المکاتب

سلام علیکم،

در پی تسلیم نامهٔ جنابعالی مبنی بر درخواست اجازهٔ صرف وجوهات شرعیه در تنظیم المکاتب حضرت آیت الله العظمی خامنه‌ای مدظله العالی با پیشنهاد شما سالیانه به مبلغ ده میلیون روپیهٔ هندی موافقت فرمودند، لذا توجه جنابعالی را به یک مطلب جلب می‌نماید که در ازای مبالغ مأخوذه که تاسقف ده میلیون روپیه اجازه داده شده، لازم است اسامی صاحبان وجه را به دفتر ارسال تا برای هرکدام قبض صادر گردد. بدیهی است این شیوه اعتماد مردم را به شما و سازمان تنظیم المکاتب بیشتر خواهد کرد.

در پایان از خداوند تبارک و تعالی توفیق خدمت روزافزون شما را در امور آموزشی، دینی و فرهنگی مسئلت دارم.

دفتر مقام معظم رهبری
معاون ارتباطات بین الملل
محمدحسن اختری

تنظیم المکاتب ہند کو پر ایک کروڑ روپے سالانہ رقوم شرعی خرچ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

ہماری جدید مطبوعات

Rs. 75/=

Rs. 75/=

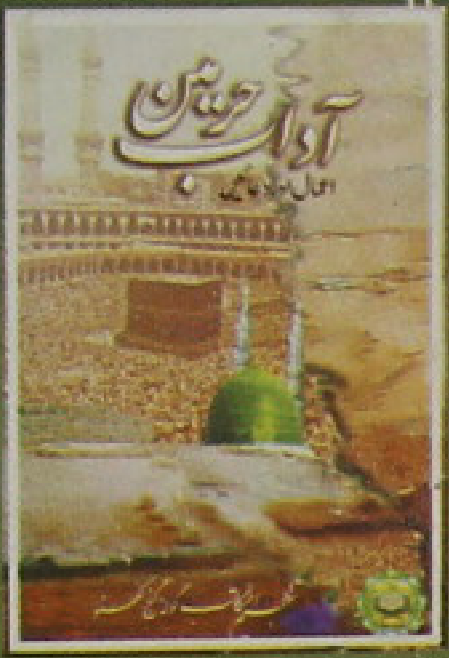

Rs. 15/=

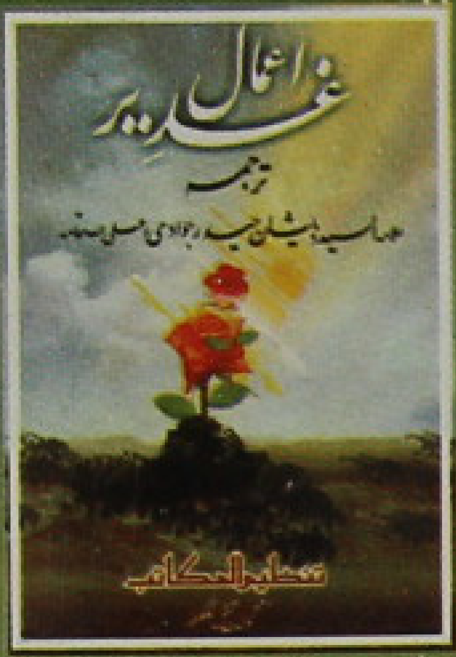

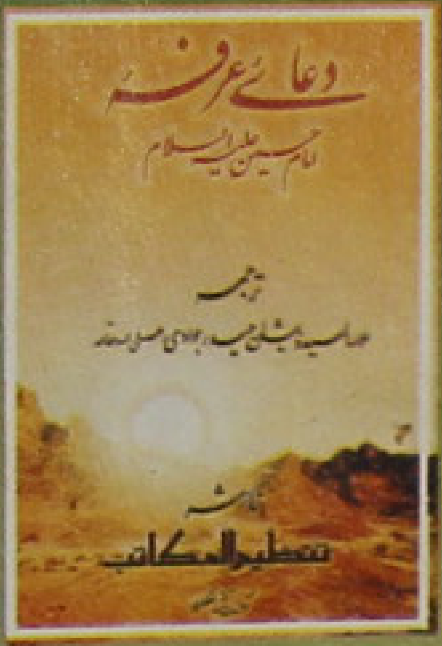

Rs. 24/=

(II) Rs.100/=
(III) Rs. 90/=
(IV) Rs. 90/=

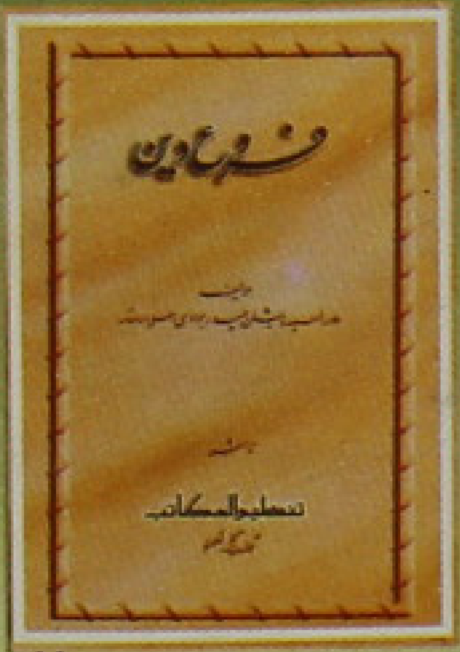

Rs. 90/=

KITAB-E- RAMAZAN (1426)

TANZEEMUL MAKATIB
Golaganj, Lucknow-226 018 INDIA
Ph.: 2615115 Fax: 2628923
Email: makatib@makatib.net
Visit us on: www.makatib.net

SEP. & OCT. 2005

حضرت لقمانؑ کی نصیحتیں

شفق شادانی

اپنے پیارے فرزند کے لیے

مذمت شرک

(۱) اپنے خالق کا

کسی کو بھی نہ ٹھہراؤ شریک

شرک کرنا

"ہے گناہان کبیرہ میں شمار"

اعمال کا بدلہ

(۲) نیک ہو

یا بدعمل انسان کا

رائی کے (چھوٹے سے) دانے کی طرح

جو پہاڑوں، آسمانوں

اور زمیں کے درمیاں

دَب گیا ہو (چھپ گیا ہو دفن ہو)

اس کو بھی

"ظاہر کرے گا حشر میں میرا خدا"

اہمیت خدا

(۳) تم نمازوں کو

(خلوص دل سے)

...... پابندی کے ساتھ

"زندگانی بھر ادا کرتے رہو"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

(۴) نیک کاموں کی

نصیحت تم کرو

اور برے کاموں سے

''لوگوں کو بچاؤ''

صبر و تحمل

(۵) جب گریں سر پہ

مصیبت کے پہاڑ

صبر سے (برداشت سے)

''تم کام لو''

مذمت غرور

(۶) سامنے

اللہ کے بندے ہوں جب

منہ پھُلاؤ

تم نہ اپنا فخر سے

ہے غرور اللہ کو

''سب سے زیادہ ناپسند''

بے جا خود نمائی

(۷) اس زمیں پر

تم اکڑتے مت چلو

دُشمنی ہے

''رب کو ایسے شخص سے''

میانہ روی

(۸) تم

میانہ روی کے ساتھ رہو

زندگی کے

ہر اک موسم میں

نرم گفتاری

(۹) گفتگو کرنے میں

تم آواز کو

نرم۔ شیریں اور شائستہ رکھو

نرم گفتاری

خدا کو ہے پسند

ہے گدھے کا بولنا

"سب سے زیادہ ناگوار"

❀❀❀

داخلہ ٹسٹ

جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب

اپنے بچوں کو ہندی ،انگریزی، حساب، کمپیوٹر، اور حفظ قرآن کے ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے خواہشمند حضرات حسب ذیل شرائط پورے ہونے کی صورت میں درخواست روانہ کریں تا کہ داخلہ کے امتحان اور انٹرویو میں انہیں شریک کیا جا سکے۔

شرائط داخلہ

(۱) عمر ۱۴ سال سے زیادہ نہ ہو ۔ (۲) تنظیم المکاتب کے کسی مکتب سے پنجم اول درجہ کامیاب یا اسکے مساوی لیاقت ہو۔ (۳) اختبار (انٹرویو) میں کامیابی

نصاب داخلہ ٹسٹ

(۱) قرآن مجید (روانی، تلفظ، ہجے، تجوید، منتخب سورے از امامیہ دینیات)

(۲) امامیہ دینیات چہارم و پنجم مع عملی مسائل (وضو، غسل، تیمم، اذان واقامت ونماز وغیرہ)

(۳) امامیہ اردو ریڈر چہارم و پنجم (روانی، تلفظ، املا)

داخلہ کی سہولت کے پیش نظر ۲۵ رنومبر ۲۰۰۵ء سے جامعہ امامیہ میں مختصر مدتی کورس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

داخلہ کے خواہشمند امیدوار اس کورس میں شرکت کر سکتے ہیں۔

نوٹ : ۱۔ داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

۲۔ ہائی اسکول پاس امیدوار کو عمر اور دیگر شرائط میں رعایت دی جائے گی۔

منظر صادق زیدی

(پرنسپل)

حضرت ابراہیمؑ اور مراحل امتحان

مولانا مقبول احمد
نوگانوی، ہوئیٹن

سچی اور جھوٹی محبت ہونے کا فرق امتحان سے ہوتا ہے اگر کوئی شخص آپ کی دوستی کا دم بھرتا ہے تو آپ اس کی آزمائش اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی فرمائش کرتے ہیں اگر آپ کی فرمائش پوری ہوئی تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کا دوست ہے اور کوئی عذر کرتا ہے تو آپ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ محبت نہیں ہے۔ اب جتنا محبت کا دعویٰ زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی سخت حکم دیا جاتا ہے، جتنی زیادہ خصوصیت کا آپ سے دعویدار ہے اتنے ہی زیادہ سخت فرائض سپرد کئے جاتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ معیار یہی قرار دیا گیا ہے کہ جس کی محبت ہے اس کے کہنے پر چلنا ضروری ہے۔

انبیاء و مرسلین براہ راست خدا کی محبت رکھتے تھے خدا کی طرف سے اس محبت کو معیار امتحان پر جانچا گیا۔ خود سمجھنے کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے۔ اور امتحان ہی دوست کے مراتب و درجات کے بلند ہونے کا ذریعہ بھی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت جناب ابراہیمؑ کے بارے میں بطور اعلان ہوا "واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قا ل ومن ذریتی قال لا ینال عھد الظالمین"

"وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اور میری اولاد میں سے فرمایا وہاں مگر میرے اس عہد پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا۔ بقرہ/۱۲۴، ترجمہ قرآن حافظ سید فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ

کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیمؑ کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عبد مقرر کیا اور رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا اور

خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے رسول مقرر کیا اور امام مقرر کرنے سے پہلے خلیل بنایا اور جب یہ سب مدارج طے ہو گئے تو ارشاد فرمایا "انی جاعلک للناس اماما" اسی سبب سے جناب ابراہیمؑ کی نظر میں امامت کی وہ عظمت تھی کہ اس کا انھوں نے اپنی اولاد کے لیے بھی سوال کیا یعنی عرض کی ومن ذریتی یعنی میری اولاد سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا خدا نے فرمایا لاینال عھد الظالمین میرا معاہدہ ظالموں سے نہیں ہے۔ حاشیہ قرآن مجید مولانا مقبول احمد صاحب مرحوم

وہ کلمات کیا ہیں جن کے ذریعہ جناب ابراہیمؑ کا امتحان لیا گیا اس میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ وہی ہیں جن کے ذریعہ جناب آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت اور بعض نے لکھا ہے کہ کلمات سے مراد بعض احکام شریعت تھے اور بعض نے مندرجہ ذیل بیس امور میں امتحان لیا تھا اور وہ کامیاب ہوئے تھے۔

(۱) یقین (۲) معرفت (۳) شجاعت (۴) حلم (۵) سخاوت (۶) عدالت (۷) امر بالمعروف ونہی عن المنکر (۸) دفع بدی بذریعہ نیکی (۹) توکل (۱۰) دعا بالحاق صالحین (۱۱) امتحان ذات (۱۲) امتحان بالا ولاد (۱۳) امتحان بالمرۃ "زوجہ سارہ" (۱۴) صبر (۱۵) نزاہت (۱۶) طاعات (۱۷) انقیاد (۱۸) مستجاب الدعوات (۱۹) تصدیق خدا (۲۰) اقتدا

تمام سلسلہ انبیاء میں ہمارے پیغمبر سے پہلے سب سے عظیم تر ذات حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی تھی اس لیے ان کی زندگی میں ہمیں اہم ترین دو امتحان نظر آئے جس میں جن کا تذکرہ کلام پاک میں موجود ہے ایک ان کی ذات کا امتحان جس کا ذکر سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۶۷ سے ۷۰ تک اس طرح آیا ہے "قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فعلین قلنا ینار کونی برداوسلما علی ابراھیم أرادوا بہ کیدا فجعلنھم الاخسرین" آخر وہ لوگ کہنے لگے اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو غرض ان لوگوں نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا تو ہم نے فرمایا اے آگ تو ابراہیمؑ پر بالکل ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث ہوں کہ ان کو تکلیف نہ پہنچے اور ان لوگوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ چالبازی کرنی چاہی تھی تو ہم نے ان سب کو ناکام کر دیا۔ ترجمہ قرآن مجید مولانا فرمان علی مرحوم

حکم نمرود سے ایک ٹیلہ پر جو ساٹھ گز اونچا تھا ایک مہینے تک لکڑیاں جمع کی گئیں اس کے بعد اس پر خوب تیل چھڑکا گیا اور اس میں آگ سلگائی گئی جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے قریب جا سکے حتیٰ کہ اس کے سامنے چڑیاں اڑ نہ سکتی تھیں پھر

حضرت ابراہیمؑ کو اس میں ڈالنے کے لیے یہ لوگ متردد تھے کہ آخر شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں آیا اور یہ مشورہ دیا کہ ابراہیمؑ کو ایک بڑی گوپھن میں رکھ کر پھینکا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا مگر جب حضرت اس کے قریب پہونچے تو فرشتوں میں ہلچل مچ گئی اور باجازت خدا بہت سے فرشتے آپ کے پاس آپ کی مدد کو آئے مگر آپ نے قبول نہ کیا اور خدا ہی سے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جب ؎ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

تو آگ کو حکم ہوا کہ فقط ٹھنڈی نہیں بلکہ سلامتی کا سبب بن جا۔ چنانچہ آتش نمرود خلیل کے لیے گلزار بن گئی آپ کے گرد پھلوں اور پھولوں کے درخت تھے اور چشمہ جاری تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ سخت امتحان تھا جس کو ابراہیمؑ نے بڑے اطمینان سے دیا اور خدا سے اپنی سچی محبت کا ثبوت اس طرح دیا کہ فرشتوں کی امداد کو قبول نہ کیا اور جب جبریلؑ نے آکر کہا "ھل لک حاجة" تو جواب میں فرمایا "بلیٰ اما الیک فلا" اے ابراہیم تمہیں کوئی حاجت ہے فرمایا بیشک ہے تم سے نہیں، پھر جبرئیل نے کہا اچھا مالک ہی کی طرف رجوع کرو۔ کہا حسبی سوالی علمه بحالی سوال کی ضرورت نہیں ہمارے حال کا اسے علم ہونا ہی کافی ہے۔

مگر اس کا ذکر صرف دو جگہ ایک ایک اور دو دو آیتوں میں پیش کیا گیا ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر اختصار کے ساتھ ہوا ہے مگر جو امتحان اولاد کے بارے میں تھا اس کا ذکر کئی آیتوں میں مسلسل شروع سے لے کر آخر تک کی ترتیب کے ساتھ اس کی کڑیاں موجود ہیں اور قرآن مجید کی نظر میں بھی یہ اتنا سخت امتحان تھا کہ جس کے لیے "ان ھٰذا لھو البلاء المبین" "اس میں شک نہیں کہ یہ یقینی بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا" کلام خدا میں یہ لفظیں استعمال کی گئی ہیں۔

قرآن مجید نے آغاز کار اور انجام کار اس سب کو نہایت تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے سلسلہ وہاں سے شروع ہوتا ہے "فبشرناه بغلام حلیم فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یٰابت افعل ماتومر ستجدنی ان شاء الله من الصابرین فلما اسلما و تله للجبین ونادینٰه ان یٰابراھیم قدصدقت الرء یاانا کذالک نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلاء المبین وفدینٰه بذبح عظیم وترکنا علیه فی الآخرین سلٰم علیٰ ابراھیم کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المومنین"

"ہم نے ان کو ایک بڑے نرم دل لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی پھر جب

اسمٰعیلؑ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے لگے تو ایک دفعہ ابراہیمؑ نے کہا بیٹا میں خواب میں وحی کے ذریعہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں خود تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو تم بھی غور کرو تمہاری کیا رائے ہے اسمٰعیلؑ نے کہا ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کو بے تامل کیجئے۔ اگر خدا نے چاہا تو مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ پھر جب دونوں نے یہ ٹھان لی اور باپ نے بیٹے کو ذبح کے لیے ماتھے کے بل لٹایا اور ہم نے آمادہ دیکھ کر آوازی دی اے ابراہیمؑ تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر دیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ یقینی بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا اور ہم نے اسمٰعیلؑ کا فدیہ ایک بڑی قربانی کی وجہ سے بھیج دیا اور ہم نے اس کو بعد میں آنے والوں کے لیے اٹھا کر رکھ دیا ساری خدائی میں ابراہیم پر سلام ہی سلام ہے ہم یوں نیکی کرنے والاوں کو جزائے خیر دیتے ہیں۔ بیشک ابراہیم ہمارے خاص ایماندار بندوں میں تھے۔ ترجمہ قرآن فرمان علی اعلی اللہ مقامہ،،

ص/۲۳ صفت/ ۱۱۱،۱۰۱

بروایت یعقوبی وحیات القلوب مجلسی حج کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ جب مشعرالحرام پہونچے تو رات ہوگئی تھی وہیں آپ سو رہے سوتے میں خواب دیکھا کہ میں اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں یہ خواب نہ تھا بلکہ حکم خداوندی تھا۔ آپ نے اپنی بیوی ہاجرہ سے کہا کہ اسمٰعیلؑ کو بنا سنوار دو میں دوست کی ملاقات کے لیے جاتا ہوں انھوں نے تیار کر دیا آپ نے ایک چھری اور رسی لی اور روانہ ہو گئے منیٰ میں پہونچ کر اسمٰعیل سے کہا بیٹا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی راہ میں ذبح کر دوں اسمٰعیلؑ نے عرض کی بابا جان پھر تامل کیا ہے یابت افعل ماتومر جو حکم ہوا ہے کر گذریئے آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائیں گے باپ بیٹے کی گفتگو سن کر شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم آرام سے بیٹھی ہو وہاں ابراہیمؑ تمہارے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں ہاجرہ نے کہا کہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ وہ مجھ سے زیادہ ان کو چاہتے ہیں پھر لڑکے سے کہا ان کو کیا ہوگیا ہے جو ایسا غلط کام کر رہے ہیں لڑکے نے بھی مایوس کن جواب دیا ایک روایت میں ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کو بہکانے کی سعی کی تھی جب ناکامیاب ہوا تھا تو ہاجرہ کے پاس گیا اور جب وہاں سے مایوسی ہوئی تو حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آیا تو جو تین جمرات پر حج کے موقع پر رمی کی جاتی ہے یہ اسی کی یادگار ہے کہ جناب ہاجرہ اور جناب اسمٰعیلؑ وابراہیمؑ نے شیطان کو اس کی کوشش میں ناکام کر دیا تھا لہٰذا ہر سال حج

کے موقع پر تینوں مقامات پر رمی کی جاتی ہے۔

راقم الحروف، تاریخ اسلام، ج/۱، مولف نجم الحسن کراروی

حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے گفتگو کے بعد اسے زمین پر لٹا دیا اور آنکھوں پر پٹی اس لیے باندھ لی کہ یہ معلوم ہو کہ میں بیٹا سمجھ کر ذبح کر رہا ہوں زمین پر لٹانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے گردن پر چھری چلائی لیکن چھری پلٹ گئی پھر سیدھی کی پھر چلائی پھر پلٹ گئی اسی طرح تین بار ہوا آخر کار آپ نے چھری مضبوط لکڑی اور زمین پر گھٹنے کو ٹیک کر پوری طاقت سے چھری کو دبا کر چلایا تو گلا کٹ گیا خوش ہو گئے کہ قربانی کامیاب ہو گئی۔

خدا نے بھی فرمادیا "صدقت الرویا" تم نے خواب سچ کر دیا لیکن جب پٹی کھولی تو دیکھا۔ ایک دنبہ ذبح پڑا ہے اور اسمٰعیلؑ علیحدہ کھڑے ہیں غمگین ہو گئے ارشاد ہوا ابراہیمؑ رنجیدہ نہ ہو ہم نے اس قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔ صادق آل محمدؐ سے منقول ہے کہ اسماعیلؑ ذبح ہونے سے بچ گئے تو حضرت ابراہیمؑ سخت رنجیدہ ہوئے یہ دیکھ کر خدا نے فرمایا اے ابراہیمؑ صلب اسماعیلؑ میں نور محمد مصطفےٰ جاگزیں ہے میں نے اس کی حفاظت ضروری قرار دی اور انہیں بچا لیا اور تم مستقبل کے حالات دیکھو چنانچہ خدا نے حجابات اٹھا دیئے انھوں نے فرزندان اسمٰعیلؑ میں سرکار دو عالم اور ان کے اہلبیتؑ کو دیکھا ابراہیمؑ نے اولاد اسمٰعیلؑ میں امام حسینؑ پر نظر کی تو پوچھا مالک اس عظیم شرف کا مالک کون ہے؟ فرمایا حسینؑ ابن علیؑ جو کہ رسول محمد کا نواسہ ہے۔ عرض کی میرے مالک! حسینؑ کے فضائل و کمالات کی وجہ سے میں انہیں اسمٰعیلؑ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ میرے خدا نے فرمایا بس میں نے اسی حسینؑ کو اسمٰعیلؑ کے عوض قبول کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذبح عظیم سے مراد حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت ہے۔ حیات القلوب میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ واقعہ کربلا دیکھ کر بے انتہا روئے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ ذبح سے بچ جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہاجرہ جو کہ راہ میں انتظار کر رہی تھیں جب ان پر حضرت اسمٰعیلؑ کی نظر پڑی تو اسمٰعیلؑ رو پڑے۔ حضرت ہاجرہ نے واقعہ پوچھا تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ واقعہ کو سننے کے بعد جناب ہاجرہ بے اختیار ہو گئیں۔ اور اسمٰعیلؑ کو سینے سے لگا کر بے حد روئیں۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ہاجرہ کی نظر جناب اسمٰعیلؑ کے گلے پر پڑی تو انہیں نشان ذبح نظر

آیا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہ اسی صدمہ سے بیمار ہوگئیں اور اسی غم میں انتقال کر گئیں۔ تاریخ اسلام، جلد اول، مولفہ، نجم الحسن کراروی

حضرت ابراہیمؑ نے جناب اسمٰعیلؑ سے اس لیے ذکر کیا تاکہ اس قربانی کا ثواب دونوں باپ بیٹے کو ملے۔حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں ذبح کرتے دیکھا تھا یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر دیا ہے بس جتنا خواب میں دیکھا تھا اس میں وہ کامیاب ہو گئے۔جناب اسمٰعیلؑ بچ گئے اور ان کے بدلہ دنبہ جنت سے خدا نے بھیج دیا اور اب اس کی یاد ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر منائی جاتی ہے۔اور جس وجہ سے جناب اسمٰعیلؑ کی جان بچی اس ذبح عظیم کی یاد ہر سال محرم میں روز عاشورہ غم کی صورت میں منائی جاتی ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے جس بیٹے کو اللہ سے دعائیں مانگ کر پایا تھا اللہ کی راہ میں قربانی کے وقت اسلام گردن نہادن کا مظاہرہ کر کے جس بلند جذبہ ایثار کا مظاہرہ کیا تھا اس کا صلہ ان کو اس صورت میں ملا کہ آج حضرت ابراہیمؑ پیام توحید کے داعی اور اسلام کے قدیم مناد سمجھے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ عربوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ **وملة ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین** ''یہ تمہارے دادا ابراہیمؑ کا دین ہے اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔'' قرآن مجید کی شہادت سے معلوم ہو گیا کہ دین الٰہی کا نام ''اسلام'' ابراہیمؑ کے عہد سے پڑا۔اسلام کے معنیٰ ہی گردن نہادن و سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور یہ مفہوم ہمیں صرف اسی واقعہ قربانی سے حاصل ہوا ہے۔فلما اسلما جب دونوں (باپ بیٹے نے) اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا یہ اسلام کی ابتدا تھی جس کی انتہا کربلا میں ہوئی۔

بہت ہی سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت جس کی حسینؑ ابن علیؑ اور ابتدا ہے اسمٰعیل

اسلام نام ہی قربانیوں کا ہے کہیں وقت کی قربانی، کہیں مال کی قربانی، کہیں جان کی قربانی اس لیے مسلمان ہونا آسان نہیں ہے ایک مسلمان ہر وقت اپنے کو حکم خدا کا پابند رکھے اور بس۔

امتحان گاہ محبت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

❀❀❀

تربیت میں قصص کے فوائد

مولانا سید شمشاد حسین رضوی

اترولوی 'قمی'

قرآن کریم نے متعدد آیات میں اقوام مختلف کے قصے، انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکرے، گذشتگان کی داستانیں صرف کہانی بیان کرنے یا داستان سرائی کے لیے ہرگز نہیں بیان کیا ہے بلکہ اس کے پس منظر تاریخی اطلاعات، انسانی سماج کی تربیت اور آئندہ نسلوں کی عبرت و نصیحت کے لیے ہیں۔ ان قصوں کے بیان کرنے کا حکم پیغمبر آخر الزمان خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "فاقصص القصص لعلهم یتفکرون" کے عنوان سے ملا اور سب سے زیادہ نصیحت آمیز حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے ہیں: "عبرة لاولی الالباب". سے نوازا گیا۔ یہ باتیں بتا رہی ہیں کہ معاشرہ کی اصلاح اور اسے دیندار بنانے کے لیے قرآنی قصے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

عوام الناس کو جہاں اخلاقی اقدار کا لحاظ و پاس کرنا ہوگا وہاں قرآنی نسبتوں والے اہل علم کو اس کا زیادہ خیال اور پابند ہونا ہوگا۔ چنانچہ راہبر اور رہنما کے لیے سب سے پہلے ہونے والے گناہ یعنی تکبر اور غرور یا انانیت سے روکا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

ا۔ بارگاہ خداوندی سے انانیت کی رسوائی

بعض کا خیال ہے کہ روئے زمین پر سب سے پہلے "قتل" جیسا گناہ کبیرہ وقوع پذیر ہوا جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پہلا گناہ تکبر و غرور ہے جو شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کی طرف خدا کے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا اور کہا: "میں ان سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انہیں خاک سے بنایا ہے۔" اعراف/۱۲

تو خدا نے فرمایا: ''تو یہاں سے اتر جا تجھے حق نہیں کہ یہاں غرور سے کام لے۔ نکل جا کہ تو ذلیل لوگوں میں ہے۔'' اعراف/۱۳

۲۔ حسد خسارہ کا سبب

زمین پر دوسرا گناہ ''حسد'' ہے جو قتل کی صورت میں رونما ہوا یہ علم و فن، شعر و ادب، طب و ہنر گویا ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ ساس بہو، دیور بھابھی اور نند، چچا بھتیجا، استاد شاگرد، دوست دوست اور بھائی بھائی کے علاوہ کبھی کبھی باپ بیٹے اور ماں بیٹی بیٹے اور زوجہ و شوہر میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مالک کائنات نے اس گناہ کی مذمت کو باقاعدہ بیان کرنے کا حکم فرمایا اور کہا ''اور پیغمبر آپ ان کو آدمؑ کے دونوں فرزندوں کا سچا قصہ پڑھ کر سنایئے کہ جب دونوں نے قربانی دی اور ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی تو اس نے کہا کہ میں تجھے قتل کردوں گا دوسرے نے جواب دیا کہ میرا کیا قصور ہے؟ خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔ مائدہ/۲۷

قابیل نے قربانی ہابیلؑ قبول ہونے پر بھائی کو حسد میں قتل کردیا کہ ''وہ خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا۔ مائدہ/۳۰

پروردگار عالم ہمارے معاشرے اور ہم سب کو حسد جیسے گناہ سے محفوظ رکھے اور اس طرح کے دیگر قرآنی، انبیاء، صالحین اور دوسرے عبرت آمیز قصے سنائے جائیں تاکہ تربیت ہو۔ آیۃ اللہ سید رضا حیدر کی کتاب ''حسد'' اور آیۃ اللہ شہید سید دستغیبؒ کی کتاب ''گناہان کبیر'' کا مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ مستفید ہوں گے۔

۳۔ وسوسۂ شیطانی سے محرومیت جنت

حضرت آدم علیہ السلام کو ''شجرہ مخصوصہ'' سے قریب ہونے کو منع کیا تھا۔ اس کے کئی پہلو ہیں مگر یہاں صرف دو بات ''لالچ'' اور ''وسوسۂ شیطانی'' کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔ لالچ وسوسۂ شیطان سے ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین کی طرف بھیج دیا گیا۔ البتہ یہاں مفسرین کے مختلف آراء ہیں جو ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے ہیں: مثلاً یہ مصلحت خدا تھی کہ آدمؑ زمین پر آئیں، یا ترک اولیٰ گناہ نہیں بلکہ ایسا نہ ہوتا تو بہتر ہوتا۔ غرضیکہ یہاں اس قصۂ آدمؑ میں شیطانی وسوسہ بہر حال ہے۔ اور اس سلسلے میں سورۂ والناس قابل غور ہے کہ گناہوں کی

طرف صرف جنات والے شیطان ہی مومنین کے دلوں میں وسوسہ نہیں ڈالتے بلکہ انسانی صورت والے شیطان بھی وسوسہ ڈالتے ہیں۔ خدا سے ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ اس شیطانی حرکت سے بچنے کی توفیق ہو۔ اس سلسلے میں سورۂ بقرہ اور اعراف وغیرہ میں تفصیل سے مطالعہ فرمائیں۔

۴۔ حکم والد کی نافرمانی کفر کا سبب

سورۂ ہود میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا ذکر اس طرح ملتا ہے: نوحؑ نے اپنے فرزند کو آواز دی جو الگ جگہ پر تھا کہ فرزند ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں میں نہ ہو جا۔ پارہ/۱۳، ہود/۴۲

اس نے کہا کہ عنقریب پہاڑ پر پناہ لے لوں گا ”مجھے پانی بچا لے گا۔ نوحؑ نے کہا آج حکم خدا سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوائے اس کے جس پر خود خدا رحم کرے اور پھر دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔ ہود/۴۳

۵۔ بد عملی سے اہلیت سے اخراج

پانی میں ڈوبتے بیٹے کو دیکھ کر جب حضرت نوحؑ نے شفقت پدری محبت سے پریشان ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے تو جواب قدرت یہی تھا: ”نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عمل غیر صالح ہے لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔“ ہود/۴۶

احادیث معصومین علیہم السلام سے استفادہ ہوتا ہے کہ ”عاق والدین“ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ خدا ان گناہوں سے محفوظ رکھے خاص طور سے اہل علم و علماء جو چند جاہ و حشم، کرسی، وزارت، حکومت اور پیسوں سے دین فروشی کرتے ہیں تو وہ اہلیت علم اور اس صف سے خارج ہونے کے ساتھ ساتھ عذاب کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔

۶۔ زوجہ کی خیانت سے عاقبت جہنم

خدا نے کفر اختیار کرنے والوں کے لیے زوجہ نوحؑ اور زوجہ لوط کی مثال بیان کی ہے کہ ”یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی زوجیت میں تھیں لیکن ان سے خیانت کی تو اس زوجیت نے خدا کی بارگاہ میں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بھی تمام جہنم میں

ان دونوں پیغمبروں کی ازواج اوران کی خیانت کے تذکرے نے بتایا کہ زوجیت کی کوئی حیثیت نہیں اسی لیے فرعون کی زوجہ کی بھی مثال آیت ۱۱ میں ہے جہاں جنت میں گھر بنانے کا ذکر صرف ایمان اور کردار کی بنیاد پر تھا۔ خدا ہر زوجہ کو فکر وتدبر کی توفیق دے۔ آمین

۷۔ بے دین چچا سے کنارہ کشی

قرآن نے تربیتی پہلو میں انبیاء کے قصوں کو اجاگر کیا ہے چنانچہ شیخ انبیاء حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے بچپن اور ان کے چچا (بظاہر والد) جو بت پرست، بت ساز بنام آذر تھا اس کی بے دینی اور بد عملی کے خلاف آواز بلند کیا۔ چنانچہ ہر ابراہیمی ذہن رکھنے والے اور خلیلی اعمال پر کاربند انسان کو دینداری کا ماحول بنانا چاہیئے۔ سورۂ مریم کی مسلسل آیات ۴۲ سے ۴۹ تک حضرت ابراہیمؑ اور آذر کا مکالمہ ہے جو عبرتناک ہے۔ بطور تذکر فرمان خدا ہے: "اور کتاب خدا میں ابراہیمؑ کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے۔ جب انھوں نے اپنے پالنے والے باپ سے کہا کہ آپ ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ کچھ سن سکتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کام آنے والا ہے۔ میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے لہٰذا آپ میرا اتباع کریں میں آپ کو سیدھے راستے کی ہدایت کردوں گا۔ بابا شیطان کی عبادت نہ کیجئے کہ شیطان رحمان کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ بابا مجھے خوف ہے کہ آپ کو رحمان کی طرف سے کوئی عذاب اپنی گرفت میں لے لے اور آپ شیطان کے دوست قرار پا جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ ابراہیم کیا تم میرے خداؤں سے کنارہ کشی کرنے والے ہو تو یاد رکھو اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جاؤ گے!"

یہ روش ابراہیمیؑ ہر مرحلۂ تبلیغ وہدایت میں کام آنے والی ہے جہاں "ماحولی دین" سے ہٹ کر "دینی ماحول" بنایا جا سکتا ہے۔ یا کلچرل دین سے ہٹ کر اسلام واقعی اپنایا جا سکتا ہے اور خواہ مخواہ کے خرافات ورسومات سے بچ کر محمدیؐ اسلام اور خالص مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج ہو سکتی ہے۔

۸۔ جوان شجاع کا طاغوت سے مقابلہ اور توکل پر امداد غیبی

جوانی کی عمر سے ہر جوان کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور پروردگار عالم کی دی ہوئی

صفات و کمالات مثلاً شجاعت کا وقت پڑنے پر مظاہرہ بھی ہونا چاہئے جیسے کہ حضرت ابراہیم ۲۶ سال کے تھے لیکن اس وقت کے بادشاہ اور طاغوت زمان ''نمرود بن کنعان'' کے مقابل اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہر طرح سے بت پرستی، بے دینی، لادینی اور بدعملی کے لیے ہدایات و تبلیغات کی کوششیں کرتے رہے لیکن آخر کار بادشاہ نے اس جوان کو جلا ڈالنے کا فیصلہ کیا مگر ابراہیمؑ اپنے موقف پر اڑے رہے۔ کوئی لچک یا جھول عقیدہ و عمل میں نہ آیا۔ (ہر لیڈر اور دینی رہبر کو ایسا ہی جذبہ رکھنا چاہئے) آخر کار پوری قوم نے مل کر لکڑیاں اور ایندھن کا انتظام کیا۔ ڈھیر لگ گئے اور آگ بھڑکائی گئی۔ پھر: ''ان لوگوں نے کہا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دو اور اگر کچھ کرنا چاہتے ہوں تو اس طرح اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ تو ہم نے بھی حکم دیا کہ اے آگ ابراہیمؑ کے لیے سرد ہو جا اور سلامتی کا سامان بن جا۔ پارہ/۱۷، سورۂ انبیاء، آیت/ ۶۸، ۶۹

اس جبار و متکبر نے اپنے خیال خام میں سوچا کہ ابراہیمؑ خاکستر اور راکھ ہو گئے ہوں گے مگر توکل خداوندی نے ابراہیمؑ کو اور مضبوط بنا دیا تھا چنانچہ اسی بھروسہ سے وہ کامیاب ہوئے کہ بعض صحیح دل رکھنے والے رب ابراہیمؑ پر ایمان لائے اور نمرود نے بھی خدائے ابراہیمؑ کی قوت دیکھ لی۔

۹۔ بارگاہ معبود میں اخلاص کے ساتھ قربانی

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ سے جب سچے خواب کا ذکر کیا تو بیٹے نے خندہ پیشانی سے اس کو امر خدا سے تعبیر کیا اور حکم پروردگار بجالانے کو تیار ہوئے۔ دونوں قربان گاہ میں چلے۔ شیطان نے وسوسہ بھی ڈالا مگر دونوں مستقل مزاج اور استقامت کے ساتھ مالک کے حکم میں سرتابی نہ کی۔ یہ قربانی خلوص کے ساتھ تھی اس لیے خدا نے انہیں جن القاب سے نوازا ہے وہ قرآنی سند ہے مثلاً المحسنین (سورۂ صافات، آیت/ ۱۰۵، الصالحین (نحل/ ۱۲۲)، القانتین (نحل/ ۱۲۰) الصدیقین (مریم/ ۴۱، اَوَّاہٌ حَلِیم (توبہ/ ۱۱۴)، وَفّی (نجم/ ۳۷) باپ بیٹے دونوں کا خلوص تھا چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کو بھی بہترین جملوں سے مشرف کیا ہے۔ پارہ/ ۲۳، سورۃ الصافات کی آیات ۱۰۳ سے ۱۱۱ مسلسل اسی واقعہ کی طرف ہیں۔ جہاں تاریخی قصہ کو ''ذبح عظیم'' کہا گیا اور یہ قربانی چونکہ خلوص کی تھی اس لیے بارگاہ رب میں قبول ہوئی اور سند یافتہ ہوئی۔ ہر مومن و مومنہ کی ہر قربانی و ایثار خدا کی رضا، خلوص اور

خوشنودی رب کے لیے ہونی چاہئے نہ کہ ریاست سُمعت اور شوبازی کے لیے۔ !اللہ بچائے اس گناہ سے۔

۱۰۔ نصرت الٰہی پر ماں کا اقدام

قرآن مجید میں تمام انبیاء سے زیادہ جس نبی کے قصوں کا ذکر سو سے زائد مرتبہ ملتا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے ہیں اور سب کے سب عبرتناک اور تربیتی ہیں۔ بنی اسرائیل کے ستر ہزار بچے قتل کر دیئے جاتے ہیں صرف اسی وجہ سے کہ فرعون کی حکومت کو ختم کرنے والا آئے گا۔ مگر وعدۂ پروردگار اور منصوبۂ الٰہی کے سامنے یہ طاغوت دنیا کیا کر سکتے ہیں چنانچہ مادر موسیٰؑ میں جب بہت ہی معمولی حمل کے آثار ہوئے تو ایک دایا کو پیغام دیا۔ اور بعد میں ولادت موسیٰؑ ہوئی مگر ماں ڈر رہی تھی کہ کہیں میرا بیٹا ذبح نہ ہو جائے تو اللہ نے ایک موکلہ کو بھیجا کہ تم ہرگز نہ گھبراؤ۔ کوئی بھی موسیٰؑ کو دیکھ نہ سکے گا قرآن میں ذکر یوں ہے: ''اور ہم نے مادر موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچہ کو دودھ پلاؤ اور اس کے بعد جب اس کی زندگی کا خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور بالکل ڈرو نہیں اور پریشان نہ ہو کہ ہم اسے تمہاری طرف پلٹا دینے والے ہیں اور اسے مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں۔'' قصص/۷

جب ماں نے موسیٰؑ کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالے کیا تو مخالف سمت بہتا ہوا یہ صندوق فرعون کے قصر کے قریب جا لگا اور جب فرعون کی زوجہ نے صندوق کھول کر دیکھا تو ایک زندہ و سلامت بچہ تھا تو کہہ اٹھی: ''اور فرعون کی زوجہ نے کہا یہ تو ہماری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لہٰذا اسے قتل نہ کرو کہ شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے اور ہم اسے فرزند بنالیں اور وہ لوگ کچھ نہیں سمجھ رہے تھے۔ قصص/۹

۱۱۔ فرعون و فرعونیوں سے الٰہی نمائندہ کا مقابلہ

احسان پروردگار سے موسیٰؑ فرعون کے گھر پلتے رہے اور بڑے ہوئے۔ بنی اسرائیل جو خود فرعون کے حبال میں پھنسے تھے۔ کہاں موسیٰؑ کے طرفدار ہوتے تو پھر مصر سے نکل کر مدین روانہ ہوئے۔ قصص/۲۰

پھر موسیٰؑ فرعون کے پاس حکم خدا سے اپنی رسالت کو پہونچانے آئے۔ اعراف/۱۰۰

مگر وہ کہاں ماننے والا تھا اور اس نے ان کو جیل میں ڈالنے کا حکم بھی دیا اور واضح معجزہ بھی مانگا تو حضرت موسیٰؑ اپنے عصا کو اژدہا بنا کر دکھایا جادوگروں کو شکست ہوئی۔ شعراء/۳۳

لیکن اثر نہ ہونا تھا اور نہ ہوا کہ ان کے قتل کا پروگرام بنا۔ غافر/۲۹

پھر حضرت موسیٰؑ مصر سے نکل پڑے اور وعدۂ خدا پر بھروسہ کیا۔ دریائے نیل میں چلنے کا حکم ملا۔ چھڑی ماری راستہ بنا۔ فرعونی لشکر بھی پیچھے چلا لیکن موسیٰؑ کے پار ہونے کے بعد پانی کی موجیں مل گئیں اور فرعون و فرعونی ڈوب گئے۔ طٰہٰ/۷۸

پروردگار عزوجل کے نمائندگان کلیمی کردار ادا کریں اور موسوی جلالت سے ہر طاغوت پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ عوام الناس میں ''مومن آل فرعون'' اور ''مومنہ'' زن فرعون ''آسیہ'' کردار والی خواتین دینی ذمہ داروں کی حفاظت کا اہتمام کریں۔ تفصیلات حضرت موسیٰؑ کے قصوں میں ضرور پڑھیں اور عبرت لیں۔

۱۲۔ صبر ایوبی ضرب المثل

''ابتلاء و امتحان'' اولیاء اللہ اور خاصان خدا کی نشانی ہے۔ مصائب و مشکلات میں گھر کر بھی پریشان نہ ہونا چاہئے اور نہ ہی گلہ و شکوہ کرنا مناسب ہوتا ہے۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ ان کے دوستوں اور پیروکار کے لیے نمونۂ عمل ہے تاہم انبیائے کرام کے قرآنی قصے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام جو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے اور حضرت یوسفؑ کے بیٹے ''افرائیم'' کے داماد تھے ان کو خدا نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا اور بہت زیادہ زراعت، جانوروں کے گلہ، اولاد، جاہ و جلال عطا فرمایا تھا۔ لیکن عارضۂ مرض اور شیطانی تسلط سے اموال و جائداد برباد ہوتی رہی اور اولاد بھی دن بدن راہی عدم ہوتی رہی۔ فقر و تنگدستی اور بیماری نے شدید مشکلات و مصائب میں مبتلا کر دیا۔ حضرت ایوبؑ شہر سے باہر نکل گئے مگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ اور شیطان ان کے استقامت و استقلال اور شکر خداوندی پر حیران و پریشان رہا کہ ان کی زوجہ کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ زوجہ وسوسہ شیطانی میں ایسا پھنسی کہ حضرت ایوبؑ کو ۸۰ سال نعمتوں میں ساتھ گذارنے کے بعد صرف ۷ سال کی پریشانیوں کو برداشت نہ کر سکی اور ساتھ چھوڑ دیا۔ آخر کار حضرت ایوبؑ نے دعا کی جو مستجاب ہوئی۔ بیماری دور ہوئی۔ صبر کے بدلے تمام اموال و جائداد اور اولاد سے بہرہ مند ہوئے۔ زوجہ دوبارہ واپس آئی حکم خدا سے ''تادیب'' ہوئی۔ پارہ ۱۹، سورۂ انبیاء آیت ۸۳، ۸۴ میں فرمان الٰہی یوں ہے: ''اور ایوبؑ کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔ (۸۳) تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انہیں ان کے

اہل وعیال دے دیئے اور ویسے ہی اور بھی دیدیئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گذار بندوں کے لیے ایک یاددہانی ہے۔(۸۴)۔"

نوٹ:

قرآنی آیات کے ترجمے میں علامہ جوادی مرحوم کے قلمی افادات سے استفادہ کیا گیا ہے اور بعض قصص خود قرآنی حواشی کے ساتھ آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی کی کتاب "قصص القرآن" اور سید محمد صحفی کی کتاب "قصہ ہائی قرآن" کو بھی سامنے رکھا ہے۔خدا ہم لوگوں کو نصیحت حاصل کرنے اور خود اپنی اصلاح کی توفیق دے۔آمین ❀❀❀

بزم مقالات

.ادارہ کے جشن سیمیں کے موقع پر نئی نسل کے اہل قلم حضرات کے تعارف وتشویق کے لئے مقابلہ مقالہ نگاری کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔

اس سلسلہ نے قوم کو جدید اہل قلم تک پہونچایا اور نئے موضوعات پر مضامین قوم تک پہونچائے۔اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے انشاء اللہ آئندہ مدارس علمیہ کے طلاب کو پانچ سو روپیہ اور دیگر حضرات کو دوسو پچاس روپیہ انعام دیا جائیگا۔تمام اہل قلم حضرات خصوصاً طلاب علوم دینیہ سے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں شرکت فرما کر قوم کو سیراب کریں۔

موضوع : **دھر کا مفھوم**

وصول ہونے کی آخری تاریخ : ۳۱/دسمبر ۲۰۰۵ء

ادارہ

فطرہ تنظیم المکاتب کو بھیجئے

علم و جہل

قرآن مجید کی روشنی میں

ڈاکٹر پیکر جعفری، اتر ولوی

علم انسان کو انسان بنا دیتا ہے
علم سے ذہن کی تطہیر ہوا کرتی ہے
علم کرتا ہے نگاہوں میں بصیرت پیدا
علم سے آتا ہے خالق کی عبادت کا شعور
علم ہی حق و صداقت کا پتہ دیتا ہے
علم انسان کی عظمت کا سبب بنتا ہے
علم سے نقطۂ با پھیلے تو قرآن بنے
علم طوفان میں کشتی کو کنارے سے لگائے
علم خطرات میں سامانِ حفاظت بن جائے
علم سے ہوتا ہے ہر جذبۂ خدمت پیدا
علم سے ہی ہوا انسان کے ہنر کا چرچا
علم سے بوذرؓ و سلمانؓ ہو مقدادؓ بنے
علم ہی سے یہ بشر بامِ فلک تک پہونچے

جہل انسان کو شیطان بنا دیتا ہے
جہل بڑھتا ہے تو تقصیر ہوا کرتی ہے
جہل کرتا ہے مزاجوں میں شرارت پیدا
جہل سے پیدا ہوئے کبر وضلالت کے فتور
جہل انساں کو ہلاکت سے ملا دیتا ہے
جہل بڑھتا ہے تو سامان غضب بنتا ہے
جہل اک سجدے کے انکار سے شیطان بنے
جہل افسوس کہ ساحل پہ سفینہ کو دوبائے
جہل تو امن میں اسباب ہلاکت بن جائے
جہل کردیتا ہے انسان میں نفرت پیدا
جہل سے ہوتا ہے انسان جہاں میں رُسوا
جہل بڑھ جائے ہامان ہو شداد بنے
جہل بڑھنے سے بشر قعرِ مذلت میں دھنسے

علم ہی سے ملا پیکر کو بھی یہ عزو شرف
جہل ہوتا تو یہی ہوتا زمانے کا ہدف

❁❁❁

حضرت نوح علیہ السلام اور طریقۂ تبلیغ

مولانا سید طیب رضا نقوی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

جناب آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ پہلے نبی ہیں جن کو رسالت عظمیٰ سے نوازا گیا آپ اللہ کے برگزیدہ اور رسولوں میں سے ایک ہیں۔ قرآن کریم کے نظم کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ کسی تاریخی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے اصلی ہدف یعنی وصول الی اللہ (خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے) اور تبلیغ و وعظ و تذکیر کے پیش نظر واقع کے انہیں جزئیات پر روشنی ڈالتا ہے جو مقصد کے لئے ضروری ہوتے ہیں یعنی اس کا اہم مقصد لوگوں کو حقائق کی تبلیغ اور نصیحت کرنا ہے چنانچہ خداوند عالم نے نوحؑ کا اجمالی اور تفصیلی طور پر ۲۹ سوروں میں تینتالیس مقامات پر تذکرہ کیا۔

اہمیت تبلیغ:

تبلیغ کی اہمیت کا اندازہ اس قدرت کے نظام سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیغام کے لئے (۱۲۴۰۰۰) ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا سلسلہ قائم کیا جن میں ۳۱۳ رسول اور پانچ اولوالعزم رسول ہیں جن میں حضرت نوحؑ پہلے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ جس قوم کی جانب آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا اس کی حالت یہ تھی کہ وہ خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار بن چکا تھا۔

دعوت تبلیغ اور قوم کی نافرمانی

سنت الٰہی کے مطابق قوم کو تبلیغ و ارشاد کرنے کے لئے حضرت نوحؑ نے منشاء پروردگار کو ادا کرتے ہوئے قوم کو راہ حق کی جانب بلایا اور انہیں سچے مذہب کی دعوت دی لیکن

قوم نے نہیں مانا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار کردیا۔ انھوں نے صرف تبلیغ کی قبولیت سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ قوم کے رؤساء اور امراء نے آپ کی تکذیب کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا اور ان کے ماننے والوں نے اپنے روساء اور امراء کی تاسی وپیروی کرتے ہوئے ہر قسم کی توہین وتذلیل کے طور طریقوں کو حضرت نوحؑ پر آزمایا اور انھیں اس امر پر اصرار تھا کہ جس کو نہ ہم پر دولت وثروت میں برتری حاصل ہے اور نہ ہی وہ انسانوں کے مرتبہ سے بلند (فرشتہ) ہے انھیں ہم پر پیشوا اور ہادی بننے کا کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں وہ جب قوم کے غریب اور افلاس زدہ افراد کو دیکھتے کہ نوحؑ پر ایمان لے آئے ہیں اور احکام خدا کی تعمیل کررہے ہیں تو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ہم ان کی طرح کمزور اور پست نہیں ہیں کہ آپ کے پیرو بن جائیں اور آپ کو اپنا مقتدیٰ مان لیں اس طرح کافروں کا گمان تھا کہ یہ کمزور اور پست لوگ نوحؑ کے اندھے مقلد ہوگئے ہیں نہ یہ صاحب رائے ہیں کہ ہماری طرح سوچ بچار سے کام لیں نہ ہی ذی شعور ہیں اور اگر کبھی یہ لوگ جناب نوح کی باتوں پر توجہ دیتے تو اتنے اصرار کرتے کہ آپ اپنے اطراف سے پست اور ذلیل لوگوں کو ہٹا دیجئے تب ہم آپ کی بات سن سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت نوح کی دعوت پر لبیک کہنے والے نہ ذلیل تھے نہ ہی حقیر وپست چونکہ خدا کی جانب سے آئے ہوئے پیغامبر سب سے پہلے مستضعفین کی حمایت اور مستکبرین سے جہاد کرتے تھے اس طرح پہلا گروہ جو انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ پر لبیک کہتے وہ وہی حضرات ہوتے تھے جو محروم اور افلاس زدہ ہوتے تھے۔ چونکہ مستکبرین کی نظر میں کسی بلند شخصیت کا معیار اس کا صاحب دولت وثروت مند ہونا ہے اور وہ اسی کو صاحب اقتدار بھی سمجھتے ہیں لہٰذا وہ غربت زدہ افراد کو حقیر اور پست سمجھتے تھے اور کافروں نے جو جناب نوحؑ پر ایمان لانے والوں کو غیر صاحب رائے کہا وہ درحقیقت اس لئے تھا کہ حضرت نوحؑ کے ماننے والوں میں ہٹ دھرمی اور غیر مناسب تعصبات جو دوسروں میں پائے جاتے تھے وہ ان میں یکسر نہیں تھے بلکہ زیادہ تر پاک دل اور پاک نفس تھے جو حقیقت کی پہلی کرن کو جو ان کے دل پر پڑتی ہے محسوس کرلیتے اور الٰہی نمائندے پر ایمان لے آتے یہ امر صرف جناب نوحؑ ہی کی قوم سے مخصوص نہیں کہ روسائے قوم صاحبان ایمان اور مستضعفین کو بے وقوف اور غیر صاحب رائے سمجھتے ہوں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ کفار کا یہی نظریہ اور حربہ دیگر انبیائے کرام جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اور خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والوں کے لئے موجود ہے اور آج

کے زمانہ میں بھی یہی صورت نظر آتی ہے کہ فرعون صفت افراد انہیں شیطانی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور مخلص مومنین کو متہم کرتے ہوئے جناب نوحؑ کی تاریخ دہراتے ہیں۔

قوم کی خواہش پر کہ نوحؑ اپنے اطراف سے پست اور غربت زدہ افراد کو ہٹا دیں جناب نوحؑ ان سے دوٹوک کہہ دیتے ہیں کہ اگر میں ان کے ساتھ ویسا معاملہ کروں جیسا کہ تم چاہتے ہو مجھے خدا کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس کے یہاں اخلاص شرط ہے امیر و غریب کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جناب نوحؑ کی بعثت اور ان کے مقاصد تبلیغ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ''ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور ہم نے ان سے کہا اس سے پہلے کہ دردناک عذاب ان کی طرف آئے تم اپنی قوم کو ڈراؤ۔ نوح/۱

حضرت نوح جو پہلی شریعت اور تبلیغ الٰہی کے امین تھے، عالمی پیغام رکھتے تھے مذکورہ حکم الٰہی پانے کے بعد اپنی قوم کی جانب آئے اور ان سے کہا: ''اے میری قوم میں تمہارے لئے ایک واضح ڈرانے والا ہوں۔'' نوح/۳

جناب نوحؑ پہلے ہی مرحلہ میں قوم کے سامنے الٰہی پیغام کا اظہار کرتے ہیں۔ اے میری قوم تم صرف خدائے واحد کی عبادت کرو اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے پرہیز کرو تقویٰ الٰہی اختیار کرو میرے احکام کی جو در حقیقت احکام خدا ہیں تعمیل کرو۔ سورۂ نوح کی ابتدائی آیتوں میں در حقیقت جناب نوحؑ صرف تین جملوں میں اپنے پیغام اور تبلیغ کا اعلان اس طرح فرماتے ہیں:

انھوں (نوحؑ) نے کہا کہ ''اے قوم میں تمہارے لئے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' نوح/۲-۳

نوحؑ اپنی قوم کو نصیحت کرنے کے لئے صرف انھیں خوف خدا، تقویٰ الٰہی اور اطاعت کی دعوت نہیں دیتے بلکہ تبلیغ کی تولیت کے بعد اس کے اہم نتائج کی جانب اس طرح متوجہ فرماتے ہیں اگر تم میری تبلیغی دعوت کو قبول کرو گے تو خداوند عالم تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں مقررہ وقت تک باقی رکھے گا اللہ کا مقررہ وقت جب آجائے گا تو وہ ٹالا نہیں جا سکتا ہے اگر تم کچھ جانتے ہو۔ نوح/۴۱

پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے: ''پھر ہم نے اعلان بھی کیا اور خفیہ طور سے دعوت بھی دی اور کہا کہ اپنے پروردگار سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے اور وہ تم پر موسلا دھار

بارش برسائے گا اور اموال واولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گا۔'' نوح/۹تا۱۲

جناب نوحؑ نے اپنی قوم سے جو وعدے فرمائے وہ مادی اور معنوی اعتبار سے پانچ عظیم نعمتوں سے متعلق ہیں جس کا اثر تبلیغ کی قبولیت سے ظاہر ہوگا۔

معنوی عظیم نعمتیں: گناہوں کی بخشش اور کفر ونافرمانی کی آلودگی سے پاک ہونا۔

مادی عظیم نعمتیں: بابرکت بارش کا نزول، مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت۔

سورۂ نوح کی مذکورہ آیتوں کے معنی اور مفہوم سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ استغفار کا اثر فقط آخرت میں بخشش اور نجات ہی کی شکل میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں بھی بے شمار اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

جیسا کہ جناب نوحؑ کے ذریعہ بیان شدہ آیتوں سے واضح ہو رہا ہے کہ استغفار کے ذریعہ پانی برستا ہے، استغفار کے ذریعہ باغات سر سبز وشاداب ہوتے ہیں، استغفار کے ذریعہ نہریں جاری ہوتی ہیں، استغفار کے ذریعہ مال میں فراوانی اور افزائش نسل ہوتی ہے۔

راہ تبلیغ میں رکاوٹیں

جناب نوحؑ کی دعوت پر سوائے چند لوگوں کے بقیہ لوگ انکار کر دیتے ہیں۔ جہاں سورۂ نوح میں نوحؑ کی دعوت تبلیغ کا ذکر ہے وہیں آپ کی قوم کی بدسلوکی کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کو آپ نے خدا کی بارگاہ میں شکایت کے بطور ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''انھوں (نوحؑ) نے کہا پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن میں بھی بلایا اور رات میں بھی پھر بھی میری دعوت کا کوئی اثر سوائے اس کے نہ ہوا کہ انھوں نے فرار اختیار کیا اور میں نے جب بھی انہیں دعوت دی کہ تو انھیں معاف کر دے تو انھوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھ لیا اور اپنے اوپر (کپڑے) اوڑھ لئے اور اپنی بات پر اڑ گئے اور شدت سے اکڑے رہے پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی پھر میں نے اعلان بھی کیا اور خفیہ طور سے بھی دعوت دی اور کہا کہ اپنے پروردگار سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔'' نوح/۵تا۱۰

خدا کی بارگاہ میں جناب نوحؑ کا اپنی قوم کے بارے میں متعدد امور کا ذکر کرتے ہوئے شکوہ فرمانا یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو تمام دینی مبلغین کے لئے راہنما بن سکتی ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا ''میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف دعوت دی'' لیکن میرے اس دعوت وارشاد

نے حق سے فرار کرنے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا قوم کی سرد مہری اور بے حسی کے بعد بھی جناب نوحؑ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اگر چہ قوم اپنی بے حسی کا ثبوت اس طرح پیش کرتی ہے کہ اپنے کانوں میں انگلیاں اور اپنے اوپر لباس اوڑھ لیتی ہے قوم کا اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنا اس لئے تھا کہ کوئی بھی ایسا پیغام ان کے کانوں کے ذریعہ دماغ تک نہ پہنچ جائے کہ وہ اسے قبول کرلیں اور چہروں پر لباس اس لئے اوڑھ لیتے تھے کہ کہیں ان کی نظر نوحؑ کے چہرے سے متاثر ہوکر ہدایت قبول نہ کرلے درحقیقت یہ ایک ایسی حیرت انگیز چیز ہے کہ انسان حق کی دشمنی میں اس حد تک بڑھ جائے کہ اسے حق دیکھنا اور سننا بھی پسند نہ ہو۔

راہ تبلیغ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والے فقط جناب نوحؑ کے دور میں ہی نہیں پائے جاتے تھے بلکہ ہر نبی خدا کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کا وجود پایا جاتا ہے خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ وہدایت سے روگردانی کرنے والوں کی داستانیں عجیب انداز کی نظر آتی ہیں جیسا کہ خود قرآن حکیم نے صراحت فرمادی ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہوئے بلند آواز سے آیات قرآنی کی تلاوت فرماتے تو کفار شور مچاتے اور سیٹیاں بجاتے ہوئے اس طرح ہنگامہ کرتے کہ کوئی آپ کی آواز نہ سنے چنانچہ سورۂ حم سجدہ میں ارشاد ہوتا ہے: ''کافروں نے کہا اس قرآن پر کان نہ دھرو اور اس کی تلاوت کے وقت شور وغل مچاؤ تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔''

طریقۂ تبلیغ کی عمومیت

جیسا کہ سورۂ نوحؑ اور ہودؑ کی آیتوں کے خلاصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب نوحؑ کی تبلیغ عمومی ہوتی تھی اور بعض روایات میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جناب نوحؑ لوگوں کے پاس ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں انھیں خصوصی طور پر آواز دیتے، نہایت شفقت آمیز لب ولہجہ میں ان کی انہیں تبلیغ کرتے اور کبھی عمومی نشستوں میں جو خوشحالی یا تعزیت کے موقع پر برپا کی جاتی ہیں، تشریف لے جاتے اور باآواز بلند خدا کا پیغام ان کے سامنے پڑھتے لیکن اس پر نامناسب اور مایوس کن ردعمل قوم کی جانب سے ظاہر ہوتا اس کے باوجود بھی آپ مایوس نہ ہوتے اور ان کی تبلیغ میں روز وشب مصروف رہتے کبھی آپ لوگوں کے حملوں میں زخمی ہوجاتے، نوحؑ کی قوم صرف انھیں ہی اذیت کو نوحؑ کے لئے کافی نہیں سمجھتی

بلکہ آپ کی قوم کے برگشتہ لوگ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے پاس آتے اور ان سے کہتے کہ اس شخص سے ڈرتے رہنا کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کردے ساتھ ہی یہ بھی بیان کرتے یہ وہ وصیت ہے جو میرے باپ نے مجھے کی تھی اور اب میں وہی وصیت تمہیں کر رہا ہوں کہ ان کی بات نہ ماننا۔

قوم کی اذیتوں اور نافرمانی سے عاجز آکر نوحؑ نے خدا کی بارگاہ میں ان کے لئے عذاب کی بدعا کی۔ پروردگار انھوں نے تیری نافرمانی کی اور ان لوگوں کی پیروی کی جن کے مال و اولاد نے خسارے کے سوا انھیں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا اور انھوں نے یہ کہا کہ اپنے خداؤں اور بتوں سے دست بردار نہ ہونا خصوصاً "وُدّ" "سواع" "یغوث" "یعوق" "نسر" نہ چھوڑنا اور انھوں نے بہت سے گروہوں کو گمراہ کردیا۔ خداوندا ظالموں میں ضلالت وگمراہی کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہ کرنا (ہاں آخر کار) وہ سب کے سب اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق ہوگئے اور جہنم کی آگ میں داخل ہوئے اور انھیں خدا کے سوا اور کوئی یار و مددگار نہ ملا۔ نوحؑ نے کہا پروردگار روئے زمین پر کفار میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ رہنے دے کیونکہ اگر تو انھیں رہنے دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور فاجر و کافر نسل کے سوا کچھ وجود میں نہیں لائیں گے۔ نوح/۲۱ تا ۲۶

خداوند عالم نے نوحؑ کی دعا قبول فرمالی اور اپنے قانون جزائے اعمال کے مطابق سرکشوں کی سرکوبی اور ہلاکت کا اعلان کردیا اور ساتھ ہی کافروں اور سرکشوں کو ان کی نجات کے لئے ایک اور موقع فراہم کیا لہٰذا کشتی بنائے جانے کا حکم دیا تاکہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے مومنین اور جو بھی اس کشتی میں سوار ہوجاتے ان کی جانیں عذاب خدا سے محفوظ ہوجائیں۔ نوحؑ کشتی بنانا شروع کردیتے ہیں کفار اپنی شرارتوں سے پھر بھی باز نہیں آتے آپ کا مضحکہ کرتے ہیں: کوئی کہتا ہے کہ "اے نوحؑ دعویٰ پیغمبری کا کاروبار نہیں چل سکا تو بڑھئی بن گئے۔" کوئی کہتا "نوح کشتی بنا رہے ہو تو اس کے لئے دریا بھی بناؤ، کبھی کوئی عقل مند دیکھا ہے جو خشکی کے درمیان کشتی بنائے" الغرض نوحؑ قوم سے اس طرح طعن و تشنیع سنتے اور اپنے کام میں بدستور مصروف رہتے اور کبھی سر کو بلند کر کے یہ جواب دیتے اگر آج تم ہمارا انداق اُڑاتے ہو تو ہم بھی جلد ہی اسی طرح تمہارا انداق اُڑائیں گے جب کہ طوفان کے درمیان سرگرداں وحیراں ہو کر اِدھر اُدھر بھاگو گے اور تمہیں کوئی پناہ گاہ نہ ملے گی۔

انجام کار کوفہ کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہو جاتا ہے اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہوتی ہے تمام خطۂ ارض زیر آب ہو جاتا ہے اور ۸۰ افراد اور چند جانوروں کے علاوہ سب غرق عذاب ہو جاتے ہیں چونکہ نوح کی تبلیغ وہدایت پر اس کی زوجہ اور فرزند نے بھی عمل نہیں کیا لہٰذا وہ بھی غرق ہو جاتے ہیں اور اپنے کیفر کردار کو پہنچتے ہیں۔

پسر نوح بابداں بہ نشست   خاندان نبوتش گم شد

تبلیغ کے اہم نتائج

اس میں شک نہیں کہ جناب نوحؑ کی بے پناہ کوششوں اور انتھک مشقتوں کے باوجود نو سو سال کے طولانی عرصہ میں فقط اسّی افراد آپ پر ایمان لا سکے۔ اگر نو سو سال کی تبلیغ کو اسّی افراد پر تقسیم کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے ہر شخص پر اوسطاً بارہ سال تبلیغ کی جس کی روشنی میں حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں جو ہر مبلغ کے لئے مشعل راہ ہیں:

۱۔ اگر اسلامی مبلغین تبلیغ کی راہ میں محکم جذبہ رکھتے ہوں تو انھیں کس قدر کامیابی حاصل ہوگی۔

۲۔ مبلغ کو قوم کی سرکشی اور تبلیغ کے مختصر ترین اثر سے بھی دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے۔

۳۔ مبلغ کو راہ تبلیغ میں کسی بھی مناسب طریقۂ کار کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اور کبھی بھی کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

۴۔ اگر سچے دل اور نیک نیتی سے تبلیغ کی جائے گی تو اس کا اثر بہر حال ہوگا اگرچہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ تبلیغ سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب قوم کی سرکشی کے باعث عذاب خدا نازل ہوگا مبلغ بہر حال محفوظ ہو جائے گا۔ ❀❀❀

لہرا رہا ہے اس کا علم کائنات میں   تخت یزید ڈوب چکا ہے فرات میں
اپنے عمل سے عشق خدا کا ثبوت دو   پرچم وفا کا لو تو وفا کا ثبوت دو
ایثار کا خدا ہے وفا کا رسول ہے
لگتا ہے جیسے گلشن عصمت کا پھول ہے

پیام اعظمی

قرآن پاک ـــــ واقعات زندگی میں تاریخ کا اثر

مولانا سید شہوار حسین
امروھوی

قرآن مجید نے جہاں اصول، فروع، احکام، عقائد اور ادبیات سے متعلق گفتگو کی ہے وہیں گذشتہ قوموں کی سرگذشت اور گذرے ہوئے لوگوں کے واقعات زندگی کو بھی مفصلاً بیان کیا ہے۔ لیکن ایک سوال یہ سامنے آتا ہے کہ ایک تربیت کنندہ اور انسان ساز کتاب میں یہ سب تاریخ اور داستانیں کیوں ہیں؟ لیکن ذیل کے چند نکات کی طرف توجہ کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔

تاریخ انسانی زندگی کے مختلف مسائل کی تجربہ گاہ ہے اور جو چیزیں انسان عقلی دلائل سے اپنے ذہن میں منعکس کرتا ہے انہیں تاریخ کے صفحات میں عینی صورت میں کھا ہوا پاتا ہے اور اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ معلومات میں سے زیادہ قابل اعتماد وہ ہیں جو حسی پہلو رکھتی ہیں۔

واقعات زندگی میں تاریخ کا اثر واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ انسان اپنی آنکھوں سے صفحات تاریخ میں اختلاف وانتشار کی وجہ سے کسی قوم کی مرگ بار شکست دیکھتا ہے اور اسی طرح اتحاد و ہم بستگی کے باعث کسی دوسری قوم کی درخشاں کامیابی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تاریخ اپنی زبان بے زبانی سے ہر قوم کے مکتب، روش، اور طرز عمل کے قطعی اور نا قابل انکار نتائج بیان کرتی ہے گذشتہ لوگوں کے حالات ان کے نہایت قیمتی تجربات کا مجموعہ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ زندگی کا ماحصل تجربے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

۱۔ تاریخ ایک آئینہ ہے جو اپنے اندر تمام انسانی معاشروں کا ڈھانچہ منعکس کرتا ہے۔

یہ آئینہ ان کی برائیاں، اچھائیاں، کامیابیاں، ناکامیاں، فتوحات، شکستیں اور ان سب امور کے عوامل واسباب دکھادیتا ہے۔ اسی بناپر گذشتہ لوگوں کی تاریخ کا مطالعہ انسان کی عمر بالکل ان کی تمام عمر جتنا طویل کردیتا ہے کیونکہ اس طرح وہ ان کی پوری عمر کے تجربات سمیٹ لیتا ہے۔

اسی بناپر حضرت علی علیہ السلام اپنے آبرومند فرزند کے نام اپنے تاریخی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: "ای بنی انی وان لم اکن عمرت عمر من کان قبلی فقد نظرت فی اعمالھم وفکرت فی اخبارھم وسرت فی اثارھم حتی عدت کاحدھم بل کانی بما انتھی الی من امورھم قد عمرت مع اولھم الی اخرھم"

''اے میرے بیٹے! اگر گذشتہ لوگوں کی عمر یکجا مجھے حاصل نہیں تاہم میں نے ان کے اعمال دیکھے ہیں ان کے واقعات میں غور وفکر کیا ہے اور ان کے آثار کی سیر وسیاحت کی ہے اس طرح سے گویا میں ان میں سے ایک ہوگیا ہوں بلکہ اس بناپر کہ میں نے ان کی تاریخ کے تجربات معلوم کیے ہیں تو گویا میں نے ان کے اولین وآخرین کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔

نہج البلاغہ، مکتوب/۳۱

البتہ یہاں تاریخ سے مراد وہ تاریخ ہے جو خرافات، اتہامات، دروغ گوئیوں، چاپلوسیوں، ثناخوانیوں، تحریفوں اور مسخ شدہ واقعات سے خالی ہو لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسی تاریخیں بہت کم ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے حقیقی تاریخ کے جو نمونے پیش کیے ہیں اس کے اثر کو نظر سے اوجھل نہیں رہنا چاہیئے ایسی تاریخ کی ضرورت ہے کہ جو آئینے کی طرح صاف ہو ایسی تاریخ کہ جو صرف واقعات ذکر نہ کرے بلکہ اس کے بنیاد اور نتائج بھی تلاش کرے۔

۲۔ علاوہ ازیں تاریخ خاص قوت جاذبہ رکھتی ہے اور انسان بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اپنی عمر کے تمام ادوار میں اس زبردست قوت جاذبہ کے زیر اثر رہتا ہے اسی بناپر دنیا کی ادبیات کا ایک اہم حصہ اور انشاپردازوں کے عظیم آثار تاریخ اور واقعات پر مشتمل ہیں۔

شعراء اور مصنفین کے بہترین آثار چاہے وہ اردو میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ہوں۔ یہی داستانیں اور واقعات ہیں۔ گلستان سعدی، شاہنامہ فردوسی، خمسۂ نظامی اور معاصر مصنفین کے دلکش آثار اسی طرح ہیجان آفریں فرانسیسی مصنف وکٹر ہوگو۔ برطانیہ کے شیکسپیئر اور جرمنی گوئٹے سب کی تصانیف داستان کی صورت میں ہیں۔

داستان اور واقعہ چاہے نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی۔ نمائش کے انداز میں ہو یا

اسٹوری کے، پڑھنے والے اور دیکھنے والے پر اثر انداز ہوتا ہے اور ایسی تاثیر عقلی استدلالات کے بس کی بات نہیں ہے۔

اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ انسان عقلی سے پہلے حسی ہے اور وہ جس قدر فکری مسائل میں غور و فکر کرتا ہے اس سے زیادہ حسی مسائل میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ زندگی کے مختلف مسائل جس قدر میدان حس سے دور ہوتے ہیں اور خالص عقلی حوالے سے ہوتے ہیں اس قدر ثقیل اور سنگین ہوتے ہیں اور اتنی ہی دیر سے ہضم ہوتے ہیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ عقلی استدلالات کو مضبوط بنانے کے لیے حسی مثالوں سے مدد لی جاتی ہے بعض اوقات ایک مناسب اور برمحل مثال استدلال کا اثر کئی گنا زیادہ کر دیتی ہے اس لیے کامیاب علماء و ذاکرین وہ ہیں جو بہترین مثالیں انتخاب کرنے پر زیادہ دسترس رکھتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ عقلی استدلال حسی، عینی اور تجرباتی مسائل کا ماحصل ہیں۔

۳۔ داستان اور تاریخ ہر شخص کے لیے قابل فہم ہے جبکہ اس کے برعکس عقلی استدلالات کی رسائی میں سب لوگ برابر کے شریک نہیں ہیں۔

اسی لیے وہ کتاب جو عمومیت رکھتی ہے اور سب کے لیے ہے نیم وحشی، اَن پڑھ عرب کے بیابانی بدّو سے لے کر عظیم مفکر اور فلسفی تک کے استفادہ کے لیے ہے اسے حتمی طور پر تاریخ، داستانوں اور مثالوں کا سہارا لینا چاہیئے۔ ان تمام پہلو کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے یہ تمام تاریخیں اور داستانیں بیان کر کے قرآن نے تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بہترین راستہ اپنایا ہے۔

خصوصاً اس نکتے کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ قرآن نے کسی موقع پر بھی خالی تاریخی واقعات ہی بیان نہیں کئے بلکہ ہر قدم پر اس سے نتائج اخذ کئے ہیں اور اس سے تربیتی حوالے سے استفادہ کیا ہے۔ ❀❀❀

قطعہ

نصیب پتھر پہ ہوا تھا جو صف آرائی میں
وہ علم گاڑ دیا روح کی گہرائی میں
اس پہ بغض اور کدورت کا کوئی رنگ نہیں
پرچم عشق و وفا ہے علم جنگ نہیں

تذکرۂ انبیاءؑ اور قرآن

حاشر جوراسی

قرآں ہے وہ صحیفۂ نادر جہان میں ... مثل و نظیر جس کا نہیں ہے زمان میں
نازل ہوا یہ اہلِ عرب کی زبان میں ... نغمہ سرا ہے خالق کل جس کی شان میں
ہے بحرِ بیکراں یہ علوم و فنون کا
دیتا ہے جو پتا ہمیں پچھلے قرون کا

شامل ہیں جس کے درس میں ماضی کے حادثات ... پنہاں ہیں جس کے بطن میں اسرارِ کائنات
ہیں جس میں نقل رفعتِ انساں کے واقعات ... جو اہل فکر کے لیے ہیں مشعل حیات
حسن عمل نظیر جو راہ رضا میں ہے
پیغمبروں کا ذکر کتابِ خدا میں ہے

اول، ابوالبشر کا ہے قرآں میں تذکرہ ... صنف اُناس کے تھے جو سالارِ قافلہ
جب آگیا خلافتِ باری کا مرحلہ ... آدمؑ کو برتری ملی پیشِ ملائکہ
نوری تھے جو فرشتے وہ محروم ہوگئے
تھی خاک، جنکی اصل، وہ مخدوم ہوگئے

منظورِ کبریا جو ہوئی خلقتِ بشر ... ٹھہری زمینِ خاص پہ اللہ کی نظر
دی پھر فرشتگانِ مقرب کو یہ خبر ... پُتلا میں آب و گل سے بناؤں گا چرخ پر
پھوکوں میں اس میں روح جو، تکریم چاہئے
میرے نبی کا سجدۂ تعظیم چاہئے

پایا ملائکہ نے جو فرمان کردگار ... وہ سجدہ ریز ہوگئے باعجز و انکسار
لیکن، جھکا سکا نہ جبیں ایک نابکار ... تھا جس کو اپنی خلقت ناری پہ افتخار
شیطاں، خیالِ خام سے اپنے ہوا ذلیل
خود اس کے اجتہاد نے اس کو کیا ذلیل

جنت، نصیب، آدمؑ وحوا کا جب نبی
دربارِ حق سے ان کو ہدایت یہ کی گئی
جائز ہیں ساری نعمتیں تم کو بہشت کی
نزدیک اس شجر کے نہ جانا مگر کبھی

لیکن بنامِ خیر، فریب ودغا کے ساتھ
ابلیس نے چکھادیئے گندم ریا کے ساتھ

جھوٹی قسم پہ کرلیا جس وقت اعتبار
ہاتھوں سے ان کے چھن گئی فردوس کی بہار
پہنچے زمیں پہ آدمؑ وحوا بہ حال زار
جن کے دلوں کو خوفِ خدا سے تھا اضطرار

دیکھے رواں جو اشکِ ندامت کریم نے
توبہ قبول کرلی غفورالرحیم نے

رہنے لگے جو آدمؑ وحوا زمین پر
ان دونوں کو عطا کیئے خالق نے دو پسر
ہابیل جن میں صاحب تقویٰ بنے اگر
قابیل تھا عدوئے خدا اور بد سیر

دیکھا نہ جس نے نیتِ شر کی برائی کو
رشک وحسد میں قتل کیا اپنے بھائی کو

موقوف کرکے حضرت آدمؑ کی داستاں
ہوجائے تھوڑی دیر کو اب نوحؑ کا بیاں
کرتی ہے جن کا تذکرہ قرآن کی زباں
ثابت قدم رہے تھے جو دوران امتحاں

تھیں زحمتیں ہزار ہدایت کی راہ میں
آیا مگر نہ فرق امورِ الٰہ میں

جب لاعلاج ہوگئی امت کی سرکشی
آخر، نبی نے حق سے دعائے عذاب کی
لیکن ملا یہ نوحؑ کو فرمانِ داوری
دے دو! کچھ اور سال کی مہلت انہیں ابھی

پہلے تو ایک باغ لگاؤ کھجور کا
پھر کاٹ کر، جہاز بناؤ کھجور کا

القصہ نخلِ بُن سے سفینہ جو بن چکا
ہر مومن ومطیع بھی کشتی میں آ گیا
تب دفعتاً تنور سے پانی ابل پڑا
نازل ہوا فلک سے بھی بارش کا سلسلہ

ساری زمین اک بڑا تالاب ہوگئی
دنیا ذرا سی دیر میں غرقاب ہوگئی

کشتی میں جو بھی آ گیا اس کو ملی اماں
باقی رہا نہ اس کے علاوہ کوئی نشاں
کنعان، جب فرازِ جبل کو ہوا رواں
بالائے کوہ بھی نہ بچایا یا اپنی جاں

زوجہ نبی کی، اور پسر بھی نہ بچ سکا
ہو کر جدا سفینے سے کوئی نہ بچ سکا

قرآنِ پاک میں ہے خلیلؑ خدا کا ذکر
ان کے ثبات عزم کا، صبر و رضا کا ذکر
ادوارِ امتحاں کا بیاں ابتلا کا ذکر
نمرود نامراد کے جور و جفا کا ذکر

ایثارِ بے مثال پدر کا بھی تذکرہ
ہاتھوں سے اپنے ذبحِ پسر کا بھی تذکرہ

ایوبؑ کا وہ صبر کہ جس کا نہیں جواب
با حوصلہ تھے راہ شدائد میں وہ جناب
یعقوبؑ کو فراقِ پسر میں تھا اضطراب
لیکن رہے وہ برج تحمل کا آفتاب

یوسفؑ بھی وہ حسیں، کہ زلیخا نثار ہو
پھر بھی نہ ان کا دامن عفت فگار ہو

قرآں میں ذکر موسیٰؑ عمراں ہے بار بار
توڑا تھا جنکی ضرب نے فرعون کا خمار
موسیٰؑ ہی کے وصی تھے وہ ہارونؑ ذی وقار
جن سے پسِ کلیمؑ کیا قوم نے کنار

لیکن دیا نہ ساتھ جوان کی حیات نے
یوشع کو پھر وصی کیا اعلیٰ صفات نے

ہوں وہ جنابِ شیثؑ کہ اسحاقؑ باوفا
یا وہ پسر خلیلؑ کا جو خود ذبیح تھا
یا ہودؑ و لوطؑ و یونسؑ و جرجیسؑ بے ریا
یا ہوں شعیبؑ و صالحؑ و الیاسؑ حق نما

کندہ کتاب نور میں سب کا شعار ہے
قرآن مرسلین کا سیرت نگار ہے

یحییٰؑ نبی ہوں یا زکریاؑ ئے حق نگاہ
داؤدؑ و خضرؑ ہوں کہ سلیمانؑ بادشاہ
ہوں وہ عزیرؑ یا کوئی بھی مرسل اللہ
یا ہوں جناب مریمؑ و عیسیٰؑ سے سربراہ

قرآں میں انبیاءؑ کا جو حاشر بیان ہے
اوصاف مصطفےٰؐ کا بھی یہ ترجمان ہے

❁❁❁

قرآن کریم میں قصے کیوں؟

مولانا سید احسان حیدر جوادی

قصہ کی دو قسمیں ہیں: قصہ گوئی اور قصہ نویسی۔ قصہ نویسی نہیں بلکہ اگر صرف تحریر اور کتابت کی تاریخ ہی کوئی مرتب کرنا چاہے تو اس کے لیے یہ معرکہ میدان تحقیق میں لوہے کے چنے چبانے اور جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا، اس لیے کہ آج تک حتمی طور پر یہ طے نہیں ہوسکا کہ پہلے پہل انسان کو کیا لکھنے کی ضرورت پیش آئی جس کی بنا پر انسان نے علم الکتابت کا راستہ تلاش کرنا چاہا۔ وہ کیا تھا جسے اس زمانے کا انسان اپنے حافظے کے محفوظ دریچوں میں بند کرکے فراموشی کے ڈر سے بچائے نہیں رکھ سکتا تھا کہ اس کو کتابت کے بند قلعے تلاش کرنے پڑے تاکہ ایسی اہم اشیاء اس قلعے میں رکھ دی جائیں جنہیں نسیان، بھول، بے خیالی، گمگشتگی اور فراموشی جیسے سنگین دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھا جاسکے۔ مگر یہ سوال آج بھی محققین کے سامنے سوال ہی بنا ہوا ہے اور بے شمار مختلف نظریات ''صفحات جستجو بیان'' پر تاش کے پتوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔

اور جب یہ عالم قصہ لکھنے کی تاریخ کا ہے جو بہر حال معرض وجود میں آنے کے بعد نظروں کے سامنے بھی ہوتی ہے اور بڑی حد تک کہیں نہ کہیں محفوظ بھی ہوتی ہے، تو پھر قصہ گوئی کی تاریخ، جہاں ہوا میں بکھر جانے والے الفاظ، فضا میں منحل ہوجانے والے صوتی افکار و خیالات کا محاسبہ کرنا ہو اور اس کی تاریخ، اس کی ضرورت کا اندازہ، اس کے آغاز کا سراغ لگانا ہو تو کیسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بارے میں کوئی نظریہ یا کوئی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

لیکن یہ ساری پریشانیاں تب درپیش ہوتی ہیں جب انسان صرف اپنی ذاتی کوشش اور اپنے ہی جیسے انسانوں کی تلاش پر تکیہ کرنے کی حماقت کرتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس چیز کو تلاش کرنے والا تلاش کررہا ہے اور جس عہد میں ڈھونڈ رہا ہے اس میں یہ خود موجود نہ تھا

اور جو تھے ان سے اس کا کوئی رابطہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے، تو پھر جنہیں معلوم بھی ہو اور وہ بتانا بھی چاہیں، تو یہ جا نہیں سکتا اور وہ آ نہیں سکتے۔ تو ہوگا وہی جو ہوا اور ہو رہا ہے۔

مگر ہاں اگر انسان ان وسیلوں، ان واسطوں، ان رابطوں، ان ذریعوں اور ان ترسیلی ذرائع کا سہارا لے جو یا تو اس عہد تاریخ میں موجود رہے ہوں یا انھوں نے ہی وہ عہد تاریخ مرتب کیے ہوں یا انھوں نے ہی ذہن وفکر وخیالات کی دنیا کا آغاز کر کے اسے آباد کیا ہو اور پھر اسے فرداً بعد فرد اور عہداً بعد عہد جاری وساری اور باقی وقائم رکھا ہو، تو یہ بلکہ اس طرح کی ہر تحقیق طلب بات اور نتیجہ خواہ مسئلہ کا حل پیش کر سکتے ہیں بلکہ انھوں نے حل پیش کر دیئے ہیں اب صرف وہاں تک پہونچنے کی ضرورت ہے۔

آج کے دور میں ایک سوال یہ اٹھ رہا ہے بلکہ انسانی اقدار کے رہزنوں کی طرف سے اٹھایا جا رہا ہے کہ مذہب کی اگر ضرورت صرف یہ ہے کہ انسان آداب وطرق اطاعت و عبادت جان لے تو یہ مسئلہ تو ذہن انسانی خود بھی حل کر سکتا ہے، بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ انسان عبادتوں کے جھمیلے اور اطاعتوں کی تنگ وتاریک گلیوں میں سرگردانی کرتا پھرے؟ کیا وہ انسان بلکہ صاحب عقل وہوش انسان نہیں کہے جاتے جو اس دنیا سے دور اور ان ''بیجا'' مشکلات سے محفوظ ہیں؟ انہیں جینے میں کیا پریشانی پیش آتی ہے؟ کیا وہ ترقی یافتہ اور صرف ترقی یافتہ ہی نہیں سائنسداں تک نہیں ہیں؟ ہیں بلکہ عام قسم کے عبادت گذار اور اطاعت شعاروں سے زیادہ ہیں! تو پھر یہ سب کیوں؟

انہیں کون سمجھائے کہ مذہب اور صرف مذہب نہیں بلکہ الٰہی مذہب اس لیے نہیں مانا جاتا کہ وہ ظاہراً عبادات واطاعات اور اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ، کھانے پینے کا انداز، سونے جاگنے کا طور وطریقہ اور جینے مرنے کی ادا سکھاتا ہے بلکہ الٰہی مذہب کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ماضی اور مستقبل کے ان دونوں عہدوں میں جہاں انسان کیا قافلہ انسان کی گرد سفر بھی نہیں پہونچی اور نہ پہونچ سکتی ہے، اگر انسان اس سائنس کی تہہ تک پہونچنا چاہے اور اس عہد کے حالات سے باخبر ہونا چاہے تو اسے نہ اس کی ایجاد کردہ سائنس سہارا دے سکتی ہے نہ اس کے اپنے خیالات و نظریات وہاں تک پہونچا سکتے ہیں۔ اگر وہاں کوئی پہونچا سکتا ہے تو وہ الٰہی مذہب ہے کیونکہ الٰہی مذہب اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہ اللہ نہ صرف ہر دور میں موجود رہا ہے بلکہ زمانوں کی ایجاد بھی اسی نے کی ہے۔

اب مسئلہ اگر تاریخ یا ماقبل تاریخ کا ہوگا تو اسے نہ ذہن انسانی حل کرسکتا ہے نہ ہی Historic Science یا Historic Science اس کے نتیجہ تک پہنچ سکتی ہے بلکہ اسے صرف اور صرف الٰہی مذہب ہی حل کرسکتا ہے۔

تو آیئے بات جہاں سے شروع کی گئی تھی! تاریخ اور قصہ کا آغاز کب سے ہوا اور سب سے پہلے کس نے قصہ کہا اور وہ قصہ کیا تھا اور اسے کس سے اور کیوں سنایا گیا۔ اس قصہ گوئی کے اسباب وعوامل کیا تھے اور پھر وہ قصہ بیان ہو چکا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ اور اس جیسے تمام سوالات کے جوابات صرف اور صرف قرآن میں ہی ہیں اور اس کے علاوہ اور ہوسکتا ہے کوئی کہے کہ قصے صرف قرآن میں ہی بیان نہیں ہوئے بلکہ تمام قدیم کتابوں اور مذہبی دستاویزوں میں مختلف قصے موجود ہیں جن سے یہ سب جانا جاسکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ تحقیق کے میدان میں صرف اس پر ہی اعتماد اور تکیہ کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ معتبر ہو۔ یہ سچ ہے کہ قدیم کتابوں اور مختلف مذہبی دستاویزوں میں قصوں کی بھرمار ہے لیکن ان کی کتابوں کی سند اور ان کا اعتبار کیا ہے؟ ان میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے، انہیں حسب ضرورت اور حسب منشاء شخصی بدلا جاتا رہا ہے، ان میں اپنے خیالات کے مطابق اضافہ کیا جاتا رہا ہے۔ تو پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ ان میں جو ہے وہ سچ ہے یا ہوا بھی ہے یا نہیں۔

اور اس میزان پر بھی قرآن ہی کھرا اور پورا اترتا ہے کہ آج تک ایک جھوٹا دعویٰ بھی اس کی ترمیم یا اس میں کمی وزیادتی کا نہیں ہوا۔ اور بیان اس کا ہے جو نہ صرف واقعے کے وقت موجود تھا بلکہ واقعے کے وقوع کے زمانے کا موجد بھی وہی ہے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سب کچھ ہوا، اس نے دیکھا، سنا اور پھر اسی نے محفوظ کیا ہے۔ اور یہی نہیں وہی ذہنوں اور فکروں کا بنانے والا بھی ہے تو ان واقعات کے اصلی اسباب وعوامل اور حقیقی وجوہات بھی صرف وہی بیان کرسکتا ہے۔

تو اب یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم میں واقعات وقصص کیوں ہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اگر یہ واقعات وقصص نہ ہوتے تو اس پر یہ اعتراض ہوتا کہ یا تو ذہن میں ماضی کا خیال ہی نہ پیدا کرتا اور جب ایسا ذہن وخیال دیا جو آگے اور پیچھے دونوں کے بارے میں سوچتا ہے، جستجو کرتا ہے تو پھر اس کا حل بھی بتانا اسی کی ذمہ داری ہے۔

ہوسکتا ہے یہ کہا جائے کہ اگر ذہن انسانی اور فکر بشری کی جواب دہی کے لیے

واقعات اور داستانوں کا تذکرہ اتنا ضروری ہی تھا تو اسے قرآن جیسی اہم کتاب میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ کہیں اور بھی لایا جا سکتا تھا ور کسی اور پیرائے میں ان باتوں کو کہہ کر محفوظ کیا جا سکتا تھا۔

تو اس کا جواب بھی یہ ہے کہ اس کی طرف سے آنے والے بیانات، ارشادات، تنزیلات، القائات، اوہامات وخیالات اور وحیوں میں صرف قرآن ہی ایسی کتاب یا دستاویز ہے جس کے معجزہ ہونے کا بیان کیا گیا ہے اور جس کی تحدی کی گئی ہے کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے، تا کہ کسی طرح کا شبہ یا کوئی واہمہ باقی نہ رہ جائے بلکہ یہ طے رہے کہ جو بھی کہا گیا ہے سو فیصد طے شدہ، حتمی، حقیقی اور مستند ہے۔ اگر اسے کہیں اور ذکر کیا جاتا تو کہنے والے اعتراضات کے دفتر کھول دیتے جیسے آج حدیث کی مٹی خراب کی جارہی ہے، کہ وہ بھی ''زبان وحی بیان'' کا ارشاد ہے مگر دین فروش، زبان فروش، ضمیر فروش اور یہی نہیں بلکہ عفت و حرمت فروشوں نے بعد رسالت سے آج تک حدیث جیسے معتبر موضوع کو ''حدیث نامعتبر'' بنا دیا۔

اور ان تمام باتوں سے در کنار قرآن میں قصوں کے ذکر کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن ہر دور اور ہر زمانے کے انسانوں کے لیے ہدایت بن کر آیا ہے اور اگر ارشاد و ہدایت کے طریقوں کا جائزہ لیا جائے تو شاید سب سے مفید، زود اثر، دیرپا اور وسیع طریقۂ ہدایت قصہ گوئی اور خوبی کے بہترین انجام کا بیان اور بدی اور برائی کی ناہنجاری، بدبختی، خرابی اور تباہی کی عینی مثال بیان کر کے ہی بہترین ہدایت کی جا سکتی ہے جو طریقہ جگہ جگہ قرآن مجید نے اختیار کیا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ روایت میں معصوم کا ارشاد ہوا کہ قرآن کے تین حصے ہیں اور ان میں ایک حصہ عہد گذشتہ کے واقعات و داستانیں ہیں، کیونکہ جتنی محکم ہدایت احکام کے ذکر اور مستقبل کی قیامت کے تذکرے سے ہو سکتی ہے اتنی ہی محکم اور پائیدار ہدایت وارشادات ماضی کے اچھے اور برے افراد کی داستانوں کے ذکر سے بھی ہوگی۔

خدایا! اس رمضان کے مبارک مہینے میں ہمیں قرآن کریم کی داستانوں سے عبرت حاصل کرنے، نیکیوں کو زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے اور برائیوں سے زیادہ سے زیادہ اجتناب کرنے کی توفیق کرامت فرما! آمین ثم آمین ❁❁❁

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ان کا پیغام حق اور ان کے حواری

پروفیسر شاہ محمد وسیم

علی گڈھ

دنیائے عیسائیت کو قرآن کی طرف یوں بھی نظر کرنا چاہئے کہ:

۱۔ اس نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ خدا، روز آخرت، فرشتوں اور خدا کی کتابوں (انجیل سمیت) اور پیغمبروں پر (بشمولیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ایمان لائیں۔ (البقرہ آیت ۱۷۷)

۲۔ یہ قرآن ہی ہے جس نے اعلان کیا کہ: ''اے مریم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا اور (تمام گناہوں اور برائیوں سے) پاک وصاف رکھا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تم کو منتخب کیا ہے۔ (آل عمران آیت ۴۲) اور جب پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل نے بہتان تراشی کی تو قرآن نے عصمت مریمؑ کی گواہی خود (نوزائیدہ) حضرت عیسیٰؑ سے اس طرح دلوائی کہ آپ نے فرمایا: ''میں بے شک خدا کا بندہ ہوں، مجھ کو اسی نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا۔'' (مریم آیت ۳۰) اس کے برعکس موجودہ بائبل صرف یہ کہہ کر خاموش ہوجاتی ہے کہ جناب مریمؑ صاحب عفت تھیں۔

قدرت کی نشانیاں:

خدا نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی مادر گرامی جناب مریمؑ دونوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں قرار دیا ہے۔ اور دونوں کو اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے (عیسیٰؑ) اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا تھا اور ان دونوں کو ہم نے ایک اونچی ہموار ٹھہرنے کے قابل چشمہ والی زمین پر (رہنے کی) جگہ دی۔'' (المومنون آیت ۵۰) اور یہ کہ ''اس بی بی کو (یاد کرو) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے ان (کے پیٹ)

میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور ان کو اور ان کے بیٹے (عیسیٰؑ) کو سارے جہان کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا۔" (الانبیاء آیت ۹۱)

حضرت عیسیٰؑ و پیغمبر آخرالزمانؐ:

اور حضرت عیسیٰؑ نے خود ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق قرآن کی زبان میں یہ کہہ کر کی: "اور (یاد کرو) جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں اور جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جن کا نام احمدؐ ہوگا (اور) میرے بعد آئیں گے، ان کی خوشخبری سناتا ہوں۔" (الصف آیت ۶) یہی نہیں خود بائبل اسی طرح کا اعلان کررہی ہے۔ سینٹ جان (St. John) کے باب ۱۶ کی آیات ایک تا ۱۵ میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جانے کی بات بتلائی۔ وہاں یہ بھی کہا کہ میں اب جانے والا ہوں، اگر میں نہیں جاؤں گا، تو وہ تشریف نہیں لائیں گے۔ جب وہ آئیں گے تو گناہوں کا مواخذہ ہوگا، عدل ہوگا اور اسی کی رو سے فیصلے۔ جب وہ حق کے پیکر آئیں گے تو تمام حق بیان کریں گے کیونکہ وہ تو از خود کوئی کلام نہ کریں گے، بلکہ جو (اس سے) سنیں گے وہی بولیں گے اور تمام باتیں جو ہونے والی ہیں ان سب سے وہ تمہیں باخبر کریں گے۔ (۱)

مندرجہ بالا عبارت میں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں جارہا ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ مجھے موت سے ہم کنار ہونا ہے یا کہ مجھے قتل کردیا جائے گا۔ قرآن نے کہا کہ: "وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ ...... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا. (اور ان کا یہ کہنا کہ بے شک ہم نے عیسیٰؑ مسیح ابن مریم رسول خدا کو قتل کرڈالا ہے! حالانکہ نہ تو ان لوگوں نے انھیں قتل کیا اور نہ صلیب (ہی) دی۔ ان کے لئے ایک دوسرا شخص عیسیٰؑ کے مشابہ کردیا گیا تھا...... ان کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انھیں اپنی طرف اُٹھالیا۔ اور خدا تو بڑا زبردست تدبیر والا ہے۔ (النساء آیات ۱۵۷-۱۵۸)

قیامت میں عیسیٰؑ سے خدا کیا کہے گا؟

خود حضرت عیسیٰؑ نے اپنے کو خدا کا بندہ اور نبی کہہ کر پہچنوایا تھا اور یہ کہہ کر کہ مجھے کتاب دے کر بھیجا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ...... اے بنی اسرائیل صرف اسی خدا کی عبادت کرو جو ہمارا اور تمہارا پالنے والا ہے کیونکہ (یاد رکھو) جس نے خدا کا شریک بنایا اس پر خدا نے

بہشت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (المائدہ آیت ۷۲)

لیکن تثلیث کا نظریہ عام کیا گیا، انھیں خدا کا بیٹا کہا گیا (حالانکہ مباہلہ میں نجران کے عیسائیوں نے شکست کھائی) (آل عمران آیت ۶۱) تاریخ حقائق پر مبنی استدلال سے بھری پڑی ہے، پر ہٹ دھرمی کو کیا کہا جائے؟ اور المائدہ کی آیت ۷۳ کی رو سے لکھنے والوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ: ''مریم کے بیٹے عیسیٰؑ مسیح خدا ہیں۔''

قیامت میں حضرت عیسیٰؑ اِن لوگوں کے خلاف خود گواہی دیں گے اس طرح کہ ''جب قیامت میں عیسیٰؑ سے خدا فرمائے گا (کیوں) اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ عیسیٰؑ عرض کریں گے: سبحان اللہ! میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات منھ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ (اچھا) اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو تو ضرور معلوم ہی ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی (سب بات) جانتا ہے، البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا (کیونکہ) اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے، تو نے مجھے جو کچھ حکم دیا اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ یہی کہ خدا ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے........ (المائدہ آیات ۱۱۶-۱۱۷)

رہبانیت:

اعلان قدرت ہو رہا ہے کہ ''اور ان (پیغمبروں) کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی، ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی اور رہبانیت (لذت سے کنارہ کشی) ان لوگوں نے خود ایک نئی بات نکال لی تھی۔ ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا........'' (الحدید آیت ۲۷)

زہد و تقویٰ اور ہے اور تصور رہبانیت اور۔ گوشہ نشینی اور ترک دنیا کے ساتھ عبادت کا یہ طریقہ آج بھی بودھوں اور عیسائیوں میں پایا جاتا ہے۔ اصل عبادت تو یہ ہے کہ ہر شعبہ حیات میں تقویٰ الٰہی اختیار کرتے ہوئے دنیا میں سب کے ساتھ سب کے حقوق ادا کرتے ہوئے رہنا اور خدا کی عبادت کرنا۔ گوشہ نشینی فرار ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواری:

قرآن حضرت عیسیٰؑ کو کتب آسمانی اور عقل کی باتیں اور (خاص کر) توریت و انجیل خدا کی طرف سے سکھانے (آل عمران آیت ۴۸) اور انھیں بنی اسرائیل کا رسول قرار دینے اور ان

سے یہ کہنے کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے اپنی نبوت کی یہ نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں
گندھی ہوئی مٹی سے ایک پرندہ بناؤں گا، پھر اس پر (کچھ) دم کروں گا، تو وہ خدا کے حکم سے
اڑنے لگے گا۔ اور میں خدا ہی کے حکم سے پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردوں گا اور مردوں کو
زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، میں (سب) تم کو
بتادوں گا، اگر تم ایمان دار ہو تو بیشک تمہارے لئے ان باتوں میں (میری نبوت کی) بڑی نشانی
ہے۔ (آل عمران آیت ۴۹) اور توریت جو میرے سامنے موجود ہے، میں اس کی تصدیق کرتا
ہوں اور (میرے آنے کی) ایک غرض یہ بھی ہے کہ جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان میں سے بعض کو
(حکم خدا سے) حلال کردوں...... پس تم خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (آل عمران آیت ۵۰)
بے شک! خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے، پس اس کی عبادت کرو (کیونکہ) یہی سیدھا راستہ
ہے۔ (آل عمران آیت ۵۱) پھر جب (اتنی باتوں کے بعد بھی) عیسیٰ نے ان کا کفر پر (اڑے
رہنا) دیکھا تو کہنے لگے کون ایسا ہے جو خدا کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم
خدا کے طرفدار ہیں اور ہم خدا پر ایمان لائے اور عیسیٰ سے کہا آپ گواہ رہیے گا کہ ہم فرمانبردار
ہیں۔ (آل عمران آیت ۵۲) (اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ) اے ہمارے پالنے والے جو کچھ
تو نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے (تیرے) رسول (عیسیٰ) کی پیروی
اختیار کی، پس تو ہمیں گواہوں کے دفتر میں لکھ لے۔ (آل عمران آیت ۵۳)

عیسیٰ سے مکاری:

اور یہودیوں نے عیسیٰ سے مکاری کی اور خدا نے اس کے دفعیہ کی تدبیر کی۔ (۴)
اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے...... (آل عمران آیت ۵۴)
حواریوں کے یہ کہنے پر کہ کیا آپ (عیسیٰ) کا خدا اس پر قادر ہے کہ ہم
پر آسمان سے (نعمت کا) ایک خوان نازل فرمائے۔ (المائدہ آیت ۱۱۲) حضرت عیسیٰ نے دعا کی کہ
خداوندا! اے ہمارے پالنے والے ہم پر آسمان سے ایک خوان نعمت نازل فرما کہ وہ دن ہم
لوگوں کے لئے ہمارے اگلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے عید کا دن قرار پائے اور
ہمارے حق میں تیری طرف سے ایک بڑی نشانی ہو اور ہمیں روزی دے اور تو سب روزی دینے
والوں سے بہتر ہے۔ (المائدہ آیت ۱۱۴) حضرت عیسیٰ کی دعا کے بعد خدا نے ایک خوان نعمت اتارا
جس میں ایک تلی ہوئی مچھلی تھی جس سے روغن ٹپک رہا تھا اور اس کے ساتھ کچھ اور لوازمات

تھے۔ حواریوں کے کہنے پر حضرت عیسیٰؑ نے یہ معجزہ بھی دکھا دیا کہ مچھلی کو بحکم خدا اس کی اصل حالت پر زندہ کر دیا، اور پھر دوبارہ ویسا ہی کر دیا۔ حواریوں نے جب خوف سے اسے نہ کھایا تو عیسیٰؑ نے زمین گیر، مبتلا بہ بلا اور بیماروں کو طلب کر کے کھلایا، یہاں تک کہ ۱۳۰۰ افراد نے کھایا اور کھانا جوں کا توں رہا، سب کو شفا ہوئی۔ محتاج، تونگر ہو گئے۔ جنھوں نے نہ کھایا، پچھتائے۔ پھر ایک دن ناغہ کر کے یہ خوان ۴۰ دن تک آتا رہا۔ چونکہ یہ خوان دوشنبہ کو آیا تھا، لہٰذا دوشنبہ نصرانیوں میں عید کا دن قرار پایا۔ ان حواریوں پر بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا۔ (الصف آیت ۱۴)

حضرت عیسیٰؑ اور ظہور امام مہدیؑ

جیسا کہ کہا جا چکا ہے نہ تو ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل ہی کیا اور نہ سولی ہی دی۔ ان کے لئے (ایک دوسرا شخص (یہودا) عیسیٰؑ کے) مشابہ کر دیا گیا...... عیسیٰؑ کو لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا...... (النساء آیت ۱۵۷) لہٰذا جب حضرت مہدیؑ موعود ظہور فرمائیں گے تو حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔ دجال قتل ہو جائے گا تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے۔ تمام مذاہب کے لوگ ایک مذہب پر جمع ہو جائیں گے۔ اسلام دین ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ حضرت امام مہدیؑ کی متابعت کریں گے اور دین محمدی کے مطابق عمل کریں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کا حال نہج البلاغہ سے

حضرت علی علیہ السلام خطبہ نمبر ۱۵۸ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اگر چاہو تو عیسیٰؑ ابن مریم کا حال کہو کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے، سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے میں) سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا۔ اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لئے اگاتی تھی، وہ ان کے لئے پھل پھول کی جگہ تھی۔ نہ ان کی بیوی تھیں جو انھیں دنیا (کے جھنجھٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لئے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انھیں رسوا کرتی۔ ان کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ اب جب کہ حضرت عیسیٰؑ اور انجیل مقدس پر ہمارا ایمان ہے تو کیوں نہ خیرسگالی کے جذبہ کے تحت ہم مسیحی بھائیوں کے ساتھ مل جل کر یوم پیدائش حضرت عیسیٰؑ بھی منائیں۔

حوالے

St. John, Old Testament in the Douny Challoner, Text edited by Rev. John P. O. Connell, Virtme & Co. Ltd, London, U. K., 1951

۲۔ نافرمان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک گھر میں قید کردیا، حالانکہ آپ اپنے ۱۲ حواریوں کو تبلیغ حق کے لئے اطراف عالم میں پھیل جانے کی وصیت پہلے ہی کر چکے تھے۔ یہ لوگ جب انھیں سولی پر چڑھانے کے لئے وہاں پہنچے تو ان کا سردار، یہودا، ان کے ساتھ تھا۔ وہ اندر گھر میں گیا تاکہ حضرت عیسیٰؑ کو باہر لائے مگر انھیں تو جبرئیل روشن دان کے راستہ نکال کر آسمان پر لے جا چکے تھے۔ یہودا جب ناکام باہر نکلا تو اس نے لاکھ کہا کہ میں یہودا ہوں مگر کسی نے نہ مانا کیونکہ اسے اسی لئے حضرت عیسیٰؑ کی شکل کا کردیا گیا تھا۔ اسے سولی دے دی گئی۔ اس کی لاش پر انھوں نے تیر مارے۔ سولی کے بعد خدا نے اسے اس کے اصلی شکل پر پلٹا دیا۔

نوٹ: آیات قرآن کے ترجمے مولانا فرمان علی کے ہیں۔ ❁❁❁

مجالس خطیب اعظمؒ

(مکمل عشرے) MP 3 AUDIO C.D.

❁ آسان شریعت ❁ دوزخ کی آگ سے بچاؤ ❁ آخرت کے گھاٹے سے کیسے بچیں؟ ❁ انسان و یاددہانی ❁ عقل اور اہل ذکر ❁ نجات یافتہ کون؟ ❁ دیندار سوسائٹی ❁ صاحبان تقویٰ ❁ حیات معصومینؑ ❁ اسلام و اہلبیتؑ ❁ اندھیرا اجالا ❁ بہترین عمل والے ❁ دینی پابندی ❁ متفرق مجالس

VEDIO CD

● والعصر ۸ مجالس ● دوزخ کی آگ سے کیسے بچیں ۱۳ مجالس

● عقل و اہل ذکر ۵ مجالس ● نور و ظلمت ۲ مجالس

فخرِ انبیاءؑ

ضیا زیدی کانپور

علیؑ کا لے کے سہارا کلام کرتا ہوں
انہیں سے ملتی ہے قوت تو کام کرتا ہوں
انہیں کا ذکر تو میں صبح و شام کرتا ہوں
وہی ہیں جن کو میں لاکھوں سلام کرتا ہوں

علیؑ امام من است و منم غلام علیؑ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

انہیں کے واسطے دن ہے تورات ان کیلئے
انہیں کا کوہ حرا ہے فرات ان کیلئے
زمین ان کی ہر اک ذی حیات ان کیلئے
نظام مملکت کائنات ان کیلئے

انہیں سے دین ہے راہ نجات ان سے ہے
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ ان سے ہے

یہ وہ ہیں جو کہ ہر اک خشک و تر سے افضل ہیں
ہر ایک جن و ملک ہر نفر سے افضل ہیں
ہر اک رسول سے ہر راہبر سے افضل ہیں
حبیب حق کے سوا ہر بشر سے افضل ہیں

جلن یہ سینے میں کیسی یہ آبلا کیسا؟
یہ ارے غیروں سے ان کا مقابلہ کیسا؟

دعائیں کرتے تھے آدمؑ تو لے کے ان کا نام
انہیں کے نام سے کشتی نوحؑ کو ہے دوام
جناب خضرؑ بھی کرتے ہیں ان کے در پہ سلام
انہیں کے فیض سے پایا خلیلؑ نے یہ مقام

یہ وہ ہیں جو کہ رسولانِ حق سے اولیٰ ہیں
بہ مثلِ مرسلِ اعظمؐ ہر اک کے مولیٰ ہیں

رسول خاص ہیں عیسیٰ مگر وہ اپنی جگہ　　کسے نصیب یہ رتبہ مگر وہ اپنی جگہ
وہ قوم کے ہیں مسیحا مگر وہ اپنی جگہ　　ملا ہے ان کو صحیفہ مگر وہ اپنی

انہیں بھی حشر میں لبیک کہہ کے بڑھنا ہے
علیؑ کے لال کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

علیؑ ہیں مالک دنیا علیؑ کا کون و مکاں　　علیؑ ہیں حاکم یوم جزا علیؑ سلطاں
علیؑ ہیں شافعِ محشر علیؑ امامِ زماں　　علیؑ ہیں ساقیِ کوثر علیؑ قسیم جناں

ہمیں بھی دیکھنا ہے بے نقاب ہوتے ہوئے
نفاق والوں کی مٹی خراب ہوتے ہوئے

علیؑ ہیں قبلہ علیؑ کعبہ ہیں علیؑ قرآں　　علیؑ ہیں دین علیؑ ہیں یقیں علیؑ ایماں
دہن میں ان کے ہے خلاق دو جہاں کی زباں　　علیؑ کی ذات سے اللہ کے صفات عیاں

میں سچ بتاؤں، مجھے باخدا نہیں معلوم
علیؑ ہیں کون مجھے اے ضیاؔ نہیں معلوم

❀❀❀

سالانہ یاد

بانی تنظیم خطیب اعظمؒ مولانا سید غلام عسکریؒ
کے سانحۂ ارتحال کی اکیسویں برسی پر قصبہ بجنور، ضلع لکھنؤ میں

مجالس عزاء سید الشہداء علیہ السلام

۲۰ر نومبر ۲۰۰۵ء اتوار صبح ۹:۳۰ سے شام ۵ بجے تک
مومنین سے شرکت کی گذارش ہے (ادارہ)

جناب لقمان کی ڈائری سے

مولانا قربان علی

استاد جامعہ امامیہ

جناب لقمان حکیمؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھائی کے پوتے تھے اور حضرت ایوبؑ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، جناب داؤدؑ اور حضرت یونسؑ کے ہمعصر تھے۔ آپ مصر کے جنوب اور سوڈان کے شمال میں واقع ''ندبہ'' کے رہنے والے تھے، اسلئے اہل عرب آپ کو عربی کہہ کر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے آپ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء واجداد سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل ہے کہ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: ''ہمارا نسب نامہ لقمان بن الملطاط بن السکسک بن وائل بن حمیر سے ملتا ہے۔'' [۱] ایک طرف تاریخ آپ کا پیشہ نجاری، خیاطی وغیرہ بتاتی ہے تو دوسری طرف تاریخ آپ کو ایک سیاہ فام غلام پیش کرتی ہے، آپ کا گھرانہ ایک بادشاہی گھرانہ تھا، قرآن وسنت نے جو وضاحت کی ہے اور جو نصیحتیں آپ کے حوالے سے پیش کی ہیں وہ ایک شہزادہ کیلئے تو زیادہ موزوں ہیں غلام زادے کیلئے نہیں۔ بعض لوگ نبی اور بعض انہیں ایک حکیم کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ قرآن نے ان کی حکمت کا اعلان کیا ہے لیکن نبوت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اور عربوں کو فکر دی ہے کہ تم صدیوں سے جس کی عقل وفراست کے قائل ہو اور جس پر ہمیشہ فخر کرتے آئے ہو، وہ خدا کی توحید کا قائل تھا اور شرک کو ایک عظیم ظلم گردانتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لقمان کو کسی مال ومنال، مقام ومنصب، اولاد، خاندان، قوی ہیکل یا خوبصورت ہونے کی وجہ سے حکمت نہیں دی گئی ہے، بلکہ ان کو اس منصب سے نوازا جانے کی وجوہات یہ ہیں: لقمان ایک فقیر حال، عمیق نظر، دور اندیش اور بہت ہی تیز طرار انسان تھے، وہ خدا کی اطاعت کے بڑے پابند تھے، ہر چیز کو خدا کی رضایت پر

تولتے تھے، جس چیز سے خدا راضی نہ ہوتا اس کو نہیں اپناتے تھے، ان کو کسی نے نہاتے، پیشاب پاخانہ کرتے نہیں دیکھا تھا، وہ دن میں نہیں سوتے تھے، انہیں اپنے اوپر پورا کنڑول تھا، نہ غصہ ہوتے، نہ مزاح فرماتے، کسی چیز کے حصول پر نہ خوش ہوتے اور نہ ہی کسی چیز کے کھودینے پر افسوس کرتے، متعدد شادیاں کی تھیں اور خدا نے ان کو اولاد کثیر سے نوازا تھا جو زندہ کم رہیں لیکن انھوں نے کسی کی موت پر گریہ نہیں کیا۔

لقمان لڑنے والوں کے قریب نہیں پھٹکتے تھے، جب تک کہ ان کے درمیان صلح کی طاقت پیدا نہ کرلیں اور کسی کی بات سن کر اچھا برا نہ کہتے مگر اس وقت جب پوری تحقیق اور معلومات حاصل نہ کرلیں۔ لقمان زیادہ تر فقہاء اور حکماء کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرتے، بادشاہوں، قاضیوں یا صاحبان منصب کے پاس جاتے تو قاضیوں کے حال پر نوحہ پڑھتے کہ خدا نے انھیں کتنی اہم ذمہ داری سونپی ہے اور بادشاہوں پر رحم کھاتے کہ خدا سے بے خبر کس قدر اپنی سلطنت میں غرق ہیں۔

چنانچہ فرشتوں نے لقمان سے کہا: اے لقمان! خدا تمہیں روئے زمین پر اپنا خلیفہ قرار دینا چاہتا ہے، کیا تم راضی ہو؟ لقمان نے کہا: اگر خدا کا یہی فیصلہ ہے تو مجھے منظور ہے، کیونکہ وہ ضرور میری مدد کرے گا، مجھے ہر مصیبت و بلا سے محفوظ رکھے گا اور میرے علم میں اضافہ فرمائے گا۔ اور اگر خدا نے اس کا اختیار مجھے دیا ہے تو میں معذورت خواہ ہوں۔ فرشتوں نے تعجب سے پوچھا: کیا! آپ خلافت قبول نہیں کرتے ہیں، آخر کیوں؟ جواب دیا: قضاوت کرنا بڑا کٹھن کام ہے، انسان کی عزت اور عصمت کیلئے خطرہ کی گھنٹیاں بجا ڈالتا ہے۔ پس فرشتوں نے جناب داؤد علیہ السلام کو خلافت پیش کی، انھوں نے فوراً قبول کرلیا اور وہ خلیفہ مقرر ہوگئے۔ جناب داؤد کو برابر امتحان و آزمایش کی کڑی منزلوں سے گذرنا پڑا، ہر قدم پر ٹھوکر کھائی مگر خدا نے مدد کی اور ان کو گرتے گرتے سنبھال لیا، جناب لقمان علیہ السلام اکثر حضرت داؤد علیہ السلام سے ملنے جاتے اور اپنی نصیحتوں کے سبب ان کے علم میں اضافہ فرماتے، جناب داؤد لقمان سے کہتے: خوش نصیب ہو کہ تم کو حکمت دی گئی اور خلافت کے مسائل میں مبتلا نہیں کیا گیا، مجھے خلافت دی گئی اور حکم و آزمایش کی مصیبتوں میں گرفتار کیا گیا۔ [۲]

بیٹے کے نام نصیحتیں

"وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ

الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ" (لقمان/۱۳)

"اس وقت کو یاد کرو، جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! خبردار؛ خدا کا شریک قرار نہ دینا کہ شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے" معلوم ہوتا ہے کہ لقمان کا بیٹا منکر خدا نہیں تھا بلکہ مشرک تھا اور مشرک پہلے سے خدا کے وجود کا قائل ہوتا ہے لہٰذا جناب لقمان نے بیٹے کو شناخت خدا کے متعلق حکم نہیں دیا بلکہ شرک، گناہ عظیم سے روکنے کیلئے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا ہے، بیٹے پر اس فریضہ کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً ایمان لے آیا اور خدا کی وحدانیت کا قائل ہو گیا۔ جناب لقمان نے امر بالمعروف کو نہی عن المنکر پر مقدم رکھا ہے کیونکہ اگر معروف کی راہیں کھل جائیں تو برائیوں کی راہیں خود بخود مسدود ہو جاتی ہیں اور نہی عن المنکر کی نوبت نہیں پہنچتی ہے، اگر پہنچتی ہے تو نہی عن المنکر کا مرحلہ اہمیت پکڑ جاتا ہے۔ چونکہ جناب لقمان اپنے بیٹے کو وصیت کر رہے تھے، خدا نے انسان کو اپنی وصیت کا تذکرہ بھی فوراً لقمان کی وصیت کے درمیان کر دیا ہے کہ بیٹا والدین کا احترام کرے اور ان کی نصیحتوں کو پس پشت نہ ڈال سکے. خدا نے انسان کو سمجھایا ہے کہ ماں باپ نے اس کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اسکے دنیا میں آنے کے سلسلہ میں کتنی زحمتیں اٹھائی ہیں، ارشاد ہے:

"وَوَصَّینَا الاِنسَانَ بِوَالِدَیهِ حَمَلَتهُ اُمُّهُ وَهنًا عَلٰی وَهنٍ وَّفِصٰلُهُ فِی عَامَینِ اَنِ اشکُر لِی وَلِوَالِدَیکَ، اِلَیَّ المَصِیرُ، وَاِن جَاهَدٰکَ عَلٰی اَن تُشرِکَ بِی مَا لَیسَ لَکَ بِهِ عِلمٌ فَلا تُطِعهُمَا وَصَاحِبهُمَا فِی الدُّنیَا مَعرُوفًا، وَّاتَّبِع سَبِیلَ مَن اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرجِعُکُم فَاُنَبِّئُکُم بِمَا کُنتُم تَعمَلُونَ" [لقمان/۱۴و۱۵]

"ہم نے انسان کو ماں باپ کے بارے میں وصیت کی ہے کہ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ جھیلیں ہیں، پیٹ میں رکھا ہے اور دو سال تک دودھ پلایا ہے، پس تم میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے۔ تمہارے ماں باپ زور دیں کہ تم کسی ایسی چیز کو میرا شریک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا، توبہ کر کے میری طرف پلٹنے والو! تم سب کی بازگشت بھی میری ہی طرف ہوگی تو اس وقت بتاؤں گا کہ تم لوگ کیا کرتے رہے ہو" اسکے بعد قرآن جناب لقمان کی وصیت ان لفظوں میں بیان کرتا ہے:

"یٰبُنَیَّ اِنَّهَا اِن تَکُ مِثقَالَ حَبَّةٍ مِّن خَردَلٍ فَتَکُن فِی صَخرَةٍ اَوفِی السَّمٰوٰتِ اَو فِی الاَرضِ یَاتِ بِهَا اللّٰهُ لَطِیفٌ خَبِیرٌ . یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُر بِالمَعرُوفِ وَانهَ

عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلیٰ مَا أَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ. وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِی الْأَرْضِ مَرَحاً ؛اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ؛اِنَّ أَنْکَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ. (لقمان/١٦.١٩)

بیٹا! نیکی یا برائی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر ہو، آسمانوں کے کسی گوشہ میں ہو یا زمینوں کی گہرائیوں میں چھپی ہو تو خدا روز قیامت ضرور اسے سامنے لائے گا کہ خدا لطیف بھی ہے اور باخبر بھی ہے۔ بیٹا! نماز قائم کرو، نیکیوں کا حکم دو، برائیوں سے روکو اور اس راہ کی تمام مصیبتوں پر صبر کرو کہ یہ بہت اہم ہے۔ خبردار لوگوں کے سامنے ان کی بے اعتنائی کی وجہ سے منھ نہ پھلا لینا اور زمین میں غرور کے ساتھ نہ چلنا کہ خدا اکڑنے والوں اور مغروروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ ہمیشہ دھیمی چال سے چلنا اور دھیمی آواز میں بولنا کہ سب سے بری آواز گدھے کی ہوتی ہے، جو بلاوجہ بھونڈے انداز میں چیختا رہتا ہے۔ لقمان کی اس وصیت سے چند باتیں روشن ہو جاتی ہیں:

- شرک بہت بڑا گناہ ہے اور اس بارے میں والدین کے حکم کو بھی ٹھکرایا جا سکتا ہے۔
- روز قیامت انسان کی نیکی یا برائی پر ضرور مواخذہ ہوگا اور جزا و سزا دی جائے گی۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ اور نماز قائم کرنا خدا کے عزم شدہ امور اور حتمی فیصلوں میں سے ہے
- ان وظائف پر عمل کرنا بہت سخت ہے خصوصاً برائیوں کو اچھائیوں سے بدلنا، بہت دشوار ہے۔
- نماز قائم اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والوں کیلئے صبر کرنا بہت ضروری ہے۔
- روئے زمین پر اکڑ کر چلنا، ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کے سامنے منھ پھلا لینا بری چیز اور خدا کو ناپسند ہے۔
- میانہ چال سے چلنا، انسان کی شخصیت اور اسکے اخلاق کو روشن کرتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

"مَنْ مَشٰی عَلَی الْأَرْضِ اِخْتِیَالاً لَعَنَهُ الْأَرْضُ." روئے زمین پر اکڑ کر چلنے

والوں پر زمین لعنت بھیجتی ہے۔[۳]

- آواز کنٹرول میں رکھنا چاہیئے، بلا سبب گدھوں کی مانند منھ پھاڑنا برا ہے۔روایت ہے: قلت سخن عقل میں زیادتی لاتا ہے۔
- سب سے بدتر اور مکروہ آواز گدھے کی ہے۔تمام حیوانوں کی آواز اکثر کسی غرض پر مبنی ہوتی ہے لیکن گدھا بلا سبب، بے وقت اور بغیر کسی تمہید کے چیختا رہتا ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے: ''سوائے گدھے کی آواز کے ہر حیوان کی آواز، خدا کی تسبیح ہے، البتہ بعض روایات میں ہے کہ جب بھی گدھے کی آواز بلند ہو تو سمجھ لو کہ ضرور اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔'' [۴]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

- اے بیٹا! ہمیشہ علماء کی صحبت اختیار کرو، انکے سامنے زانوئے ادب تہہ کرو، ان سے بحث و مباحثہ نہ کرو، ورنہ وہ اپنے نزدیک تم کو پھٹکنے بھی نہ دیں گے اور تم ان کے فیض سے محروم رہ جاؤ گے۔
- بیٹا! دنیا کو ایک دم سے طلاق نہ دو بلکہ اس سے بقدر ضرورت اپنا حصہ وصول کرو نہیں تو لوگوں کے محتاج بن کے رہ جاؤ گے اور دنیا میں اس طرح غرق بھی نہ ہو جاؤ، جو تمہاری آخرت کو ضرب لگا سکے۔
- بیٹا! روزہ رکھو جو تمہاری شہوت کم کر سکے اور نماز سے تمہیں نہ روک سکے، کیونکہ نماز خدا کو روزہ کی نسبت زیادہ پیاری ہے۔
- اے بیٹا! دنیا ایک بحر عمیق ہے، بہت سے علماء اس میں غرق ہو گئے ہیں لہٰذا اپنے ایمان کی کشتی اس میں چھوڑ دو اور ناخدا توکل قرار دو، تقوی الٰہی تمہاری زاد راہ ہو، اب اگر تم نجات پا گئے تو یہ رحمت خدا کا کرم ہے اور اگر ہلاک ہوئے تو یہ گناہوں کا قصور ہے۔
- بیٹا! اگر آج کسی بچہ کو ادب سکھایا اور اس کی تربیت کی تو وہ بوڑھاپے میں تمہارا سہارا بنے گا، جو لوگ ادب کی ارزش واقدار کے قائل ہیں، وہ اس کی راہیں، ہموار کرنے کیلئے سعی و کوشش کرتے ہیں۔
- بیٹا! اگر تم نے بھی ادب سیکھا اور سکھایا تو تم ایک دن ضرور مرنے والون کے جانشین بنو گے، لوگ تم سے امیدیں وابستہ کریں گے اور تم سعدارین سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔پس

بیٹا! علم و ادب سیکھنے میں جٹ جاؤ، وقت سے فائدہ اٹھاؤ اور ترک علم کر کے مادّی چیزوں کے حصول اور پیٹ پوجا جیسی گھٹیا چیزوں میں عمر کی قیمتی گھڑیاں، ضائع نہ کرو، دنیاوی امور میں شکست کھانی پڑے تو کوئی حرج نہیں، آخرت کے امور میں شکست نہیں کھانا چاہیئے لیکن اگر تم نے تحصیل علم و ادب کو چھوڑ دیا تو یقیناً تم کو اخروی امور میں بھی شکست کھانی پڑے گی۔

- بیٹا! نہ متکبروں کی اور نہ فاسق و بے عمل علماء کی ہمنشینی اختیار کرو، نہ فاسق کی برادری قبول کرو اور نہ کسی متہم شخص سے دوستی کرو۔

- اے بیٹا! خدا سے ڈرو، تمام جنس وانس کی نیکیاں بھی تمہارے پاس ہوں تو وہ تب بھی تم کو عذاب کر سکتا ہے اور اگر ان کے تمام گناہ بھی تمہارے سر تھوپ دیئے جائیں تو وہ جب بھی تم کو بخش سکتا ہے، ایسا نہ ہو کہ روز قیامت تمہارے گناہوں کا پلہ بھاری ہو جائے اور تمہاری بخشش تعویق میں پڑ جائے۔

بیٹے نے پوچھا: بابا جان! یہ ڈیر ساری وصیت اس پر عمل کرنا کیسے ممکن ہے جبکہ میرے پاس ایک ہی دل ہے؟ لقمان نے کہا: بیٹا اگر مومن کے دل کو سینہ چیر کر نکالا جائے تو اس میں دو نور روشن ملیں گے ایک خوف و ہراست کا نور اور ایک رجاء وامید کا نور، دونوں کا موازنہ کیا جائے گا تو ان میں سے جسکا بھی پلڑا "مثقال ذرة" کے برابر جھک جائے گا، وہی خدا پر ایمان لائے گا اور اس کی باتوں کی تصدیق کریگا اور جو تصدیق کرے گا وہ خدا کے حکم کی تعمیل بھی کرے گا لیکن جو خدا کے حکم پر عمل نہ کریگا وہ خدا کے قول کی تصدیق بھی نہیں کر سکے گا۔

- بیٹا! جس کا خدا پر ایمان خالص ہو، وہ خدا کی اطاعت بڑے خلوص سے کرتا ہے، وہ خدا سے ڈرتا بھی ہے اور اس کو دوست بھی رکھتا ہے اور دوست، اپنے محبوب کی پیروی کرتا ہے اور پیروی کرنے والے پر جنت واجب ہے اور وہ خدا کی مرضی کا مالک ہے لیکن جس شخص نے خدا کی اطاعت نہیں کی، اس نے خدا کو غضب ناک کیا ہے اور ہم خدا کے غضبناک ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔

- بیٹا! دنیا پر اعتماد نہ کرو، اس سے اپنا دل نہ لگاؤ کیونکہ خدا نے دنیا سے زیادہ ذلیل وخوار کسی کو پیدا نہیں کیا ہے، نہیں دیکھ رہے ہو کہ اس نے دنیا کی نعمتوں کو مطیع لوگوں کی

پاداش قرار نہیں دیا ہے، ہاں اسکی بلاؤں کو ضرور گناہگاروں کی سزا قرار دیا ہے؟[۴]

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

- بیٹا! موت کے بارے میں شک ہو تو سونا چھوڑ دو، قیامت کے بارے میں شک ہو تو جانا چھوڑ دو، مگر تم نہ سونا چھوڑ سکتے ہو اور نہ ہی جاگنا، لیکن اگر تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے نفس پر کسی غیر کا کنٹرول ہے جو تمہیں جاگنے اور سونے پر مجبور کرتا ہے، یاد رکھو! نیند موت اور مر جانے کے مترادف ہے اور سونے کے بعد اٹھنا، قیامت اور موت کے بعد اٹھنے کے مترادف ہے۔
- بیٹا! ہر حیوان اپنے جیسے حیوان کو دوست رکھتا ہے، مگر فرزند آدم اپنے جیسے انسان کو دوست نہیں رکھتا ہے، اسے پسند نہیں ہے کہ کوئی اس کی فضیلت میں شریک ہو۔ بھیڑیئے اور گوسفند میں دوستی نہیں ہوسکتی ہے ایسے ہی کسی مومن اور فاجر میں دوستی نہیں ہوسکتی۔
- بیٹا! جو شخص گند سے آلودہ ہو، وہ خود کو بھی اور معاشرہ کو بھی آلودہ کرڈالتا ہے، فاجروں سے دوستی کرنے والا شخص خود بھی خراب ہوتا ہے اور معاشرہ کو بھی خراب کرڈالتا ہے پس بیٹا! لوگ تجھے اس حال میں نہ دیکھیں کہ تو خدا سے تو ڈر رہا ہو مگر تیرا دل باغی وفاجر ہو۔
- بیٹا! ہزاروں دوست بناؤ مگر دشمن کسی کو نہ بناؤ، اچھے لوگوں کی نوکری کرنا پڑے مگر برے لوگوں کا بیٹا بننا گوارا نہ کرو۔
- بیٹا! امانت ادا کرو گے تو دنیا وآخرت دونوں میں سالم رہو گے، خدا خائنوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔[۴]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لقمان نے کہا:

- اے بیٹا! تم سے پہلے لوگوں نے اپنی اولاد کیلئے مال و دولت کے ڈھیر لگائے مگر نہ مال بچ سکا اور نہ ہی اولاد زندہ رہی ہے، تم کرائے کے ٹٹو کی مانند ہو، خدا نے تم کو کام کرنے کا حکم اور اس پر اجرت دینے کا وعدہ کیا ہے پس اپنا عمل انجام دو اور اجرت وصول کرو۔
- اے بیٹا! دنیا میں بکری کے مانند نہ رہو جو ہریالی کھا کر جوں جوں موٹی ہوتی جاتی ہے،

ویسے ہی وہ قصاب کی چھری کے نزدیک ہوتی جاتی ہے بلکہ تم دنیا کو ایک پل کی مانند سمجھو کہ آسانی سے گذر سکو۔

- اے بیٹا! جب تم خدا کے حضور پہنچو گے تو تم سے ان چیزوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا:

الف: جوانی کہاں ضائع کی، اپنی عمر کہاں صرف کی، تم نے اس نعمت سے کیا فائدہ اٹھایا؟

ب: اپنا رزق اور مال، کہاں سے اور کیسے حاصل کیا؟

ج: اپنا رزق اور مال، کہاں اور کس طرح خرچ کیا؟ پس ابھی سے ان سوالوں کا جواب دینے کیلئے آمادہ ہو جاؤ۔

- اے بیٹا! دنیا کے حصہ سے جو چیز تم نے کھودی ہے اس پر افسوس نہ کرو کیونکہ دنیا کی معمولی چیزیں باقی رہنے اور رکھنے کے لائق نہیں ہوتی اور وسیع چیزیں انسان کو محفوظ نہیں رکھ پاتی ہیں پس اپنے حصہ پر قناعت کرو اور اپنے امور میں جدت پیدا کرو۔[۴]

- اے بیٹا! سفر کرو تو اسلحہ، لباس، سوئی دھاگہ، آب ودانہ، دوا اور راستے میں جن جن چیزوں کی تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ضرورت ہو اٹھا لو۔ خدا کی معصیت کے علاوہ تمام امور میں اپنے ساتھیوں کا ہاتھ بٹاؤ۔ مدد چاہیں تو بھرپور مدد کرو، حق بات پر گواہی مانگیں تو گواہی دو، نیک امور میں مشورہ طلب کریں تو صحیح مشورہ دو، غلط مشورہ دینے والے سے خدا تشخیص اور اندیشہ وفکر کی قوت سلب کر لیتا ہے۔

- اے بیٹا! بڑوں کا احترام کرو، ان کا حکم نہ ٹالو، نیک امور میں مثبت جواب دو، منع کرنا ملامت اور عجز وناتوانی کی علامت ہے۔

- بیٹا! نماز زیادہ پڑھو، اول وقت پر اور با جماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرو، قرآن کی تلاوت کرو اور ذکر الٰہی فراموش نہ کرو۔[۵]

---

۱ دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو ج/۱۸/ص/۱۲۹ تا ص/۱۳۱۔ ۲ تفسیر المیزان ذیل آیت (۱۲۔۱۷/لقمان) بحث روائی۔

۳ تفسیر نمونہ ذیل آیت۔ ۴ تفسیر المیزان ذیل آیت ج/۱۶/ص/۲۲۳ بحث روائی۔ ۵ تفسیر نمونہ ذیل آیت بنقل اصول کافی ج/۱/ص/۱۳ کتاب الجہل والعقل

تاریخ انبیاء کا اصل ماخذ۔ قرآن

مولانا سید غلام السیدین باقری

جوراس، بارہ بنکی

اگر کتب تواریخ اور صحف آسمانی کا مطالعہ کیا جائے تو بعض انبیائے ماسبق کے حالات وواقعات کا تذکرہ مختلف انداز میں نظر آئے گا۔ اور بعض مقامات پر ایک خاطی انسان اور معصوم نبی کے کردار میں چنداں فرق دکھائی نہ دے گا۔ اگر ایک جگہ نبی کو کسی فعل حرام کی مذمت کرتا دکھایا گیا ہے تو دوسرے مقام پر خود اسی امر قبیح کو نبی کی ذات سے منسوب کرکے اس کی تبلیغی افادیت کو بے اثر بنا دیا گیا ہے۔ تاکہ خود اپنی بداعمالیوں کے لئے سند جواز فراہم کی جاسکے۔

لہٰذا قرآن کریم نے انبیاء ومرسلین کے حالات وواقعات کبھی اجمالی اور کبھی تفصیلی طور پر بیان فرما کر عظمت کردار انبیاءؑ کو نمایاں کردیا۔ تاکہ امت پیغمبروں کی سیرتوں کو نمونہ عمل قرار دے کر راہ نجات حاصل کرسکے۔

کتب تواریخ کے علاوہ کتب سماوی، زبور وتوریت اور انجیل میں بھی انبیاؑ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ سردست زبور کے نسخے تو دستیاب نہیں ہیں۔ مگر توراۃ واناجیل میں قصص انبیاؑ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کتابوں کے مختلف نسخے باہمی تضاد کا شکار ہونے کی وجہ سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتے ہیں لہٰذا ان کے مندرجات کو بطور سند پیش نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ زمانہ میں عیسائیوں کے درمیان چار اناجیل کو شہرت حاصل ہے۔ انجیل متیٰ، انجیل لوقا، انجیل یوحنا اور انجیل مرقس۔ مذکورہ نسخوں کا اختلاف یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ انجیل مقدس کا اصل نسخہ مرور ایام کی نذر ہوچکا ہے۔ لہٰذا مروجہ اناجیل کو تحریف شدہ تسلیم کرنا ہوگا۔ علاوہ ازیں انجیل میں خود مسیح کے سولی دیئے جانے کا تذکرہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ موجودہ تصانیف زمانۂ حضرت عیسیٰؑ کے بعد کے ہیں۔ ورنہ ان میں حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے والے واقعات کا ذکر نہ ہوتا۔ انجیلوں میں کردار انبیاؑ کو جس انداز

میں پیش کیا گیا ہے وہ ایک عام مومن کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائے کہ کسی معصوم پیشوا سے اس کو منسوب کیا جائے۔ چنانچہ انجیل لوقا اور یوحنا میں مسیح کی جانب ہم جنسی اور مے خواری کی نسبت دی گئی ہے۔ جو بظاہر ہم جنسی کے مریضوں اور شراب خواروں کے مفروضات کے علاوہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔

اسی طرح بائبل (انجیل) میں عذاب خدا سے قوم لوطؑ کی ہلاکت کے سلسلے میں درج ہے۔ جس کا مختصر طور پر خلاصہ یہ ہے کہ ''جب پوری قوم لوطؑ عذاب الٰہی سے فنا ہوگئی اور صرف حضرت لوطؑ مع اپنی دو بیٹیوں کے زندہ بچے تو دونوں بہنوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ ہمارے باپ کے بعد ہم دونوں بہنوں کا والی و وارث کون ہوگا؟ لہٰذا باہمی مشورے کے بعد بڑی اور چھوٹی دختر نے بالترتیب اپنے باپ کو ایک ایک رات شراب پلا کر اپنے سلسلۂ نسل کو آگے بڑھانے کا انتظام کیا۔'' العیاذ باللہ۔ جب کہ قرآن کریم حضرت لوطؑ کے کردار اور طہارت عمل کی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ سورۂ انبیاء کی آیت ۷۴ و ۷۵ میں ارشاد ہے:

''ولوطاً اٰتینٰہ حکماً وّعلما .... یعنی'' (اے رسول) اور لوط کو یاد کرو جنہیں ہم نے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔ اور اس بستی سے نجات دلا دی جو برے کاموں میں مبتلا تھی۔ یقیناً وہ لوگ بڑے بدکردار اور فاسق تھے۔ اور ہم نے انھیں (لوط کو) اپنی رحمت میں داخل کرلیا کہ بے شک وہ ہمارے نیک کردار بندوں میں سے تھے۔''

تحریف شدہ آسمانی کتابوں میں جس طرح سے کردار انبیاء کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کتب سماوی کا یہ عالم ہے تو پھر غیر معصوم اور خاطی انسانوں کی مرتب کردہ کتب تواریخ کا کیا حال ہوگا؟

چنانچہ قرآن کریم نے انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات زندگی سے پردہ اٹھا کر ان کے پاک و پاکیزہ کردار کی نشان دہی فرما دی تاکہ افراد امت بغیر کسی پس و پیش کے اپنے رہبروں کا اتباع کرسکیں۔

اکثر انبیاؑ کے حالات زندگی زمانے کے حجابات میں نگاہوں سے مستور ہوچکے تھے۔ لیکن قرآن مجید نے ان میں سے بعض انبیا و مرسلینؑ کا تذکرہ فرما کر دوبارہ ان کو دنیا سے روشناس کروا دیا۔ چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۱۶۴ میں اور سورۂ مومن کی آیت ۷۸ میں ارشاد ہے: ''ولقد ارسلنا رسلاً .... '' (اے رسول) ہم نے تم سے پہلے بھی بہت

سے رسول بھیجے۔ ان میں سے کچھ کے حالات تم سے بیان کر دیئے۔ اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات وواقعات تم سے نہیں دہرائے۔''

مذکورہ بالا آیتوں کا انداز بیان ظاہر کر رہا ہے کہ کچھ پیغمبروں کے حالات زندگی جو پردۂ غیب میں تھے ان کو قرآن پاک کے ذریعہ عالم شہود میں لایا گیا۔ اور اکثر انبیا ومرسلینؑ کے قصص وواقعات اب بھی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ البتہ جن پیغمبروں کا تذکرہ فرمادیا گیا ان کے صحیح حالات زندگانی ہم تک پہنچانے کا ذریعہ صرف اور صرف کتاب خدا قرار پائے گی۔

سورۂ آل عمران میں حضرت زکریاؑ و یحییٰؑ اور جناب مریمؑ کے تذکرے کے بعد آیت ۴۴ میں ارشاد ہے: ''ذلک من انبآء الغیب ....'' ''(اے رسول) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تم کو بذریعۂ وحی ارسال کرتے ہیں۔'' اس طرح سورۂ ہودؑ میں جناب نوحؑ کے حالات زندگی، طوفان نوحؑ اور ان کے بیٹے کے غرقاب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد آیت ۴۹ میں بھی ارشاد ہے: (اے رسول) یہ غیب کی چند خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرح وحی کے ذریعہ بھیجتے ہیں جن سے تم اور تمہاری قوم اس کے قبل واقف نہیں تھی۔ سورۂ یوسفؑ کی آیت ۳ میں ارشاد ہے: ''نحن نقص علیک احسن القصص ....'' ''(اے رسول) ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔ اگر چہ تم اس سے پہلے (اس واقعہ سے) بے خبر تھے۔'' پھر جناب یوسفؑ کا پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد آیت ۱۰۲ میں ارشاد ہوا: ''ذلک من انبآء الغیب ...'' ''(اے رسول) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تمہارے پاس بذریعۂ وحی بھیجتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت برادران یوسفؑ باہم اپنے کام کے سلسلے میں مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے اس وقت تم ان کے پاس موجود نہیں تھے۔

اسی طرح سورۂ ابراہیمؑ کی آیت ۹ میں ارشاد ہے: ''الم یاتکم نبؤ الذین ...'' ''(اے رسول) کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے جیسے نوحؑ اور عاد وثمود کی قوم۔ اور جو ان کے بعد ہوئے ان کو تو اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں تھا۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ بیان کردہ قصص وحکایات صحیحہ سے دنیا واقف نہیں تھی۔ اور اگر قرآن کریم نے ان واقعات کا تذکرہ نہ فرمایا ہوتا تو، ہم آج بھی اکثر انبیاؑ ومرسلینؑ کے حالات زندگی سے بے خبر ہوتے۔ چنانچہ تخلیق جناب آدم کے سلسلے

میں اللہ اور فرشتوں کی گفتگو، حضرت آدمؑ کے سجدے سے ابلیس کا انکار، شجر ممنوعہ کا پھل نوش کرنے کی وجہ سے جناب آدمؑ وحواؑ کا زمین پر آنا اور حضرت آدمؑ کی گریہ وزاری، پھر تلقین کردہ کلمات کی برکت سے ان کی توبہ کا قبول ہونا، زوجۂ حضرت نوحؑ کی نافرمانی اور ان کے پسر ناخلف کے کفر وطغیان کے بعد اس کی غرقابی، حضرت یونسؑ کا شکم ماہی میں پہنچنا، جناب خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ، اصحاب کہف کی حکایت، حضرت یوسفؑ کی سرگذشت، جناب عیسیٰؑ کی گہوارے سے عصمت مادر کی گواہی اور ساتھ ہی ساتھ اپنے صاحب کتاب نبی ہونے کا اعلان وغیرہ وغیرہ وہ حالات وواقعات ہیں جن کا منبع وسرچشمہ قرآن مجید ہی ٹھہرتا ہے۔

آیات قرآنی کی روشنی میں انبیاؑ ومرسلینؑ کی جو تاریخ حیات مرتب ہوتی ہے وہ منصب نبوت کی عظمت وجلالت کی صحیح عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام کے آیات ۸۴ تا ۹۰ میں ارشاد ہے: ”وتلک حجّتنا اٰتینٰھآ ابراھیم علٰی قومہٖ ....“

”اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی۔ اور ہم جس کے بارے میں چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کردیتے ہیں۔ بے شک تمہارا پروردگار صاحب حکمت بھی ہے اور باخبر بھی۔ اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو اسحاقؑ ویعقوبؑ عطا کئے اور سب کو ہدایت بھی دی۔ اور اس کے پہلے نوحؑ کو ہدایت دی تھی۔ اور پھر ان (ابراہیمؑ) کی اولاد میں داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو قرار دیا۔ اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی قرار دیا۔ جو سب کے سب نیک کرداروں میں سے تھے۔ اور اسماعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ کو بھی رکھا۔ اور سب کو تمام (اہل) جہاں سے افضل وبہتر بنایا۔ پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا۔ اور سب کو سیدھے راستے کی ہدایت کردی۔ یہی خدا کی ہدایت ہے جسے وہ جس بندے کو چاہتا ہے عطا کردیتا ہے۔ اور اگر (بفرض محال) یہ شرک اختیار کرلیتے تو ان کے بھی سارے اعمال برباد ہوجاتے۔ یہی وہ افراد ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکومت اور نبوت عطا کی ہے۔ اب اگر یہ لوگ (کفار ومشرکین) ان امور کا بھی انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان باتوں کا ذمہ دار ایک ایسی قوم کو بنایا ہے جو انکار کرنے والی نہیں۔“

مذکورہ آیات قرآنی کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ چونکہ پروردگار عالم نے انبیائے کرام کو ہدایت امت کے لئے مبعوث فرمایا تھا لہٰذا ان کے کردار میں کسی قسم کا نقص وعیب موجود نہیں تھا۔ بصورت دیگر ان حضرات کی سیرتیں افراد قوم کے لئے

صحیح طور پر نمونۂ عمل قرار نہ پاسکتیں۔ علاوہ ازیں ان آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ انبیاؑ و مرسلینؑ کے ارفع و اعلیٰ کردار کو بہتر طور پر قرآن پاک ہی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اور مندرجہ بالا واقعات و حالات کا اصل ماخذ صرف کتاب خدا ہے۔

مذکورہ بالا حقیقت کی تائید خود کفار و مشرکین کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام کی آیت ۲۵، سورۂ انفال کی آیت ۳۱، سورۂ نحل کی آیت ۲۴، سورۂ مومنون کی آیت ۸۳، سورۂ فرقان کی آیت ۵، سورۂ نمل کی آیت ۶۸، سورۂ احقاف کی آیت ۱۷، سورۂ قلم کی آیت ۱۵ اور سورۂ تطفیف کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہورہا ہے کہ جب کفار و مشرکین کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ اس کی تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''واذا تتلیٰ علیه ایتنا قال اساطیر الاولین.'' یعنی ''یہ تو بس اگلے زمانے والوں کے افسانے ہیں۔''

''اساطیر'' اسطورہ (اسطارہ) کی جمع ہے۔ اور اسطورہ فرضی قصے کہانیوں کو کہتے ہیں۔ لہٰذا کفار کا قرآن کے بیان کردہ واقعات کو اساطیر الاولین یعنی اگلے زمانے کے افسانوں سے تعبیر کرنا اس امر کو واضح کررہا ہے کہ یا تو ماضی کے واقعات مسخ ہوکر حقیقت سے اتنا دور ہوچکے تھے کہ ان کی حیثیت صرف افسانوں کی رہ گئی تھی۔ یا پھر کفار و مشرکین کے لئے قرآنی قصص و حکایات اس قدر نرالے اور نئے تھے جو ان کو عدم ایمان و یقین کے سبب جھوٹی داستانوں کے مانند نظر آرہے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ انبیائے ماسبق کے اقوال و اعمال کے ذریعہ اصلاح امت کا فریضہ انجام دیا گیا ہے لہٰذا مذکورہ قرآنی قصص و واقعات کی حقانیت کو تسلیم کرلینے کے بعد کفار و مشرکین کے عقائد باطلہ کی عمارت زمیں بوس ہوجاتی جو ظاہر ہے ان کو کسی طرح گوارا نہیں ہوسکتا تھا۔ ❀❀❀

ہماری ویب سائٹ

مجلّہ تنظیم المکاتب کے قارئین اب اس مجلّہ کو ویب سائٹ

www.makatib.net

پر بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں

مثبت اور مفید مشوروں کے لیے ہم آپ کے شکر گذار ہیں۔

ادارہ

"قرآں میں ہے"

تنویر نگروری

وعدہ ہے قرآن کا ہر خشک وتر قرآں میں ہے
مسئلہ ہو کوئی اس کا حل مگر قرآں میں ہے

ذکر ماضی بھی ہے اس میں حال کا بھی ذکر ہے
اور مستقبل میں کیا ہوگا خبر قرآں میں ہے

ہو گیا جو ، دور اس سے ہو گیا وہ شر پسند
زندگی خیر جینے کا ہنر قرآں میں ہے

اس میں شک جس کو ہے وہ کافر ہے قرآں کی قسم
حرف اک اک معتبر در معتبر قرآں میں ہے

اک محل جیسا تصور ، جب کیا قرآن کو
اک اک سورہ لگے ہے جیسے در قرآں میں ہے

آیۂ قربیٰ اسی میں آیۂ تطہیر بھی
ناسمجھ واعظ ذرا سا غور کر قرآں میں ہے

آدمی کو پہلے انساں پھر مسلماں جو کرے
کب کسی میں ہے مگر ایسا ہنر قرآں میں ہے

اور دینوں کے صحیفوں میں ملیں گی بندشیں
ہاں مگر آزادئ فکر و نظر قرآں میں ہے

بس کلام اللہ پر کامل یقیں کی شرط ہے
ہر بلا کی ہر مصیبت کی سپر قرآں میں ہے

جن کا اہل بیتؑ سے رشتہ نہیں ان کے لیے
آیت آیت واقعی اک دردِ سر قرآں میں ہے

اس کے ذہن و چشم میں ممکن نہیں ہے تیرگی
جس کا تارِ فکر اور تارِ نظر قرآں میں ہے

اے مسلماں اب شب ظلمات سے باہر نکل
زندگی کا تیری پیغام سحر قرآں میں ہے

عرش اعظم کا سفر طے کر کے فرش خواب پر
آ گیا لمحوں کے اندر اک بشر قرآں میں ہے

مانگ لیں قرآں سے بڑھ کر جو بھی خواہش ہو تری
دین و دنیا کے لیے کل مال و زر قرآں میں ہے

جو عمل سے ساتھ ہے قرآن و اہلبیتؑ کے
بس اسی کی کامیابی کی خبر قرآں میں ہے

یہ قوانین الٰہی کی مکمل ہے کتاب
جو بھی کچھ تنویرؔ ہے المختصر قرآں میں ہے

❁❁❁

واقعات انبیاء کے ذریعہ درس اخلاق

(سنامی لہروں کے حوالے سے)

ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی
لکھنؤ یونیورسٹی

قرآن کریم کے سورۂ حجر میں ہے کہ:

''غرض سورج نکلتے نکلتے ان کو (بڑے زوروں کی) چنگھاڑ نے لے ڈالا پھر ہم نے اسی بستی کو الٹ کر اس کے اوپر کے طبقہ کو اس کے نیچے کا طبقہ بنا دیا اور اس کے اوپر ان پر کھڑنجے کے پتھر برسا دیئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں (اصلی بات کو) تاڑ جانے والوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔'' سورۂ حجر آیت نمبر: ۷۳ تا ۷۵

قرآن کریم کی مذکورہ آیتیں بخوبی اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ عذاب خداوندی صبح ہوتے ہوتے، سورج نکلنے سے قبل آتا ہے اور یکبارگی پوری بستی کو اس طرح الٹ کر رکھ دیتا ہے کہ اوپر کا طبقہ نیچے اور نیچے کا طبقہ اوپر ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اپنے بچاؤ اور حفاظت کی جتنی تدبیریں پہلے سے تیار بھی کر رکھتے ہیں، وہ بھی ان کو عذاب خداوندی سے بچانے میں کچھ کام نہیں آتیں۔ جیسا کہ اسی سورہ کی آیت نمبر ۸۳ و ۸۴ میں ہے کہ

''آخر ان کو صبح ہوتے ہوتے ایک بڑی (زوروں کی) چنگھاڑ نے لے ڈالا پھر جو کچھ وہ اپنی حفاظت کی تدبیریں کیا کرتے تھے (عذاب خدا سے بچانے میں) کہ کچھ بھی کام نہ آئیں۔'' سورۂ حجر آیت نمبر ۸۳ و ۸۴

کچھ اسی قسم کا عذاب ۲۶ ردسمبر ۲۰۰۴ء کو یکبارگی اٹھنے والی سنامی لہروں یعنی طوفان سے بھی ظاہر ہوا۔ جو صبح ہوتے ہوتے سورج نکلنے سے قبل اٹھا اور لمحوں میں کئی کئی علاقوں کو تباہ و برباد کر کے چلا گیا۔ جس میں مرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے اوپر نکل گئی۔

افسوس صد افسوس کہ بڑے دن (کرسمس) کی خوشیاں اور رنگ رلیاں منانے سمندر

کنارے پہنچے لوگ یکبارگی موت کا شکار ہو گئے اور ساری دنیا غم والم میں ڈوب گئی۔ لوگ امداد کے لئے دوڑ پڑے، ملبوں میں دبے زندہ یا مردہ انسانوں کو نکالنا شروع کیا، بھوک و پیاس سے تڑپنے والے لوگوں تک کھانے کے پیکٹس پہنچنے لگے، اثاثہ تباہ ہو جانے کے بعد زندہ بچ گئے انسانوں کا تن ڈھکنے کے لئے نئے اور پرانے کپڑوں کے ڈھیر لگنے لگے، امدادی رقم جمع ہونے لگی... حکومت نے بھی باقاعدہ اعلان کر دیا، ''سنامی'' کے نام پر دی جانے والی امدادی رقم کو انکم ٹیکس میں صدفی صد چھوٹ ملے گی.......... اور...... یہ سب ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ طوفان کی زد میں آ کر انسانیت چیخ رہی تھی، فریاد کر رہی تھی.......... آیا ہے کوئی ایسا انسان جو انسان کی مدد کر سکے؟

شاید فضا میں محفوظ اسی آواز کو سن کر بہت سے لوگ اٹھے اور انھوں نے بصدق دل سنامی لہروں سے متاثر لوگوں کی مدد اپنے نحیف کاندھوں پر سنبھالی...... اور کھانوں کے پیکٹس، دواؤں اور کپڑوں کی تقسیم بچ گئے لوگوں کی محفوظ مقامات تک منتقلی، جدید آبادکاری یا دوسری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے امدادی رقم جمع کرنے کی ذمہ داری وغیرہ وغیرہ کاموں کو سنبھالا..... جو یقینی طور پر خدا کے نزدیک ایک بہت بڑی عبادت اور مستحسن کام میں شمار ہوتا ہے........ لیکن کیا ان تمام باتوں کے ساتھ ہم نے یہ بھی غور کیا کہ آخر یہ عذاب خداوندی آیا کیوں؟ اس کا سبب کیا ہے؟

کیونکہ مذکورہ آیہ کریمہ غور و فکر کرنے والوں کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے یہ بھی کہہ رہی ہے کہ

''........... اس میں شک نہیں کہ اس میں (اصلی بات کو) تاڑ جانے والوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔''

اور قرآن کی ہر بات ہمیشہ کے لئے ہے۔ لہٰذا ہمیں اصلی بات کو جاننے کے لئے غور و فکر کرنا ہوگا اور جب ہم معمولی یا عمیق غور و فکر کریں گے تو عذاب خداوندی کا سبب معلوم کر لیں گے اور جب عذاب خداوندی کا سبب معلوم ہو جائے گا تو بچی کھچی انسانیت کے علاج کے لئے بھی کوشاں ہو جائیں گے۔

لیکن جب ماضی میں سورج نکلنے سے قبل آئے عذاب خداوندی کی تفصیلات کو قرآن سے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ

''اور جب ہمارا (عذاب کا) حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی مہربانی سے بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک چنگھاڑ نے لے ڈالا پھر تو وہ سب کے سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' سورۂ ہود آیت: نمبر ۹۴

گویا دنیا میں عذاب خداوندی ان لوگوں کی بدولت آتا ہے جو دوسروں پر ظلم زیادتی کرنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں لہٰذا ہر انسان کو اپنا اپنا محاسبہ کر کے یہ اندازہ لگانا چاہئے کہ وہ ظالم تو نہیں ہے؟............اور اگر ہے تو فوراً ظلم کرنا چھوڑ دے کیونکہ جناب شعیب کی قوم پر ظلم کی بنیاد پر عذاب خداوندی نازل ہوا۔

جہاں قرآن کریم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جناب شعیب کی قوم پر......ظلم وزیادتی کی بنیاد پر عذاب خداوندی آیا وہیں قرآن سے یہ بھی اطلاع ملتی ہے کہ جناب لوط کی قوم پر عذاب آنے کا سبب ہم جنسی وبدفعلی تھا۔ جس کے لئے ملتا ہے کہ

''اور لوط کو (ہم نے رسول بنا کر بھیجا تو) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ (افسوس) تم ایسی بدکاری (اغلام) کرتے ہو کہ تم سے پہلے ساری خدائی میں کسی نے ایسی بدکاری نہیں کی تھی ہاں تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پرستی کے واسطے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو (حالاں کہ اس کی ضرورت نہیں) مگر تم لوگ کچھ ہو ہی بے ہودہ صرف کرنے والے (کہ نطفہ کو ضائع کرتے ہو) (اس پر) اس کی قوم کا اس کے سوا اور کچھ جواب ہی نہ تھا کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ کیوں کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جو پاک وصاف بننا چاہتے ہیں۔ تب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو تو نجات دی مگر (صرف ایک) ان کی بیوی کہ وہ اپنی بداعمالی سے پیچھے رہ جانے والوں میں تھی اور ہم نے ان لوگوں پر (پتھر کا) مینہ برسایا۔ پس ذرا غور کرو کہ گناہ گاروں کا انجام آخر کیا ہوا'' (سورۂ اعراف آیت ۸۰ تا ۸۴)

اور اس عذاب کے آنے کی خبر جناب لوطؑ کے پاس خدا کے فرشتے لے کر آئے اور کہا کہ

''ہم آپ کے پاس وہ (عذاب) لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں آپ کی قوم کے لوگ شک رکھتے تھے (کہ آئے نہ آئے) اور ہم آپ کے پاس عذاب کا قطعی حکم لے کر آئے ہیں۔ اور ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ بس تو آپ کچھ رات رہے اپنے لڑکے بالوں کو لے کر نکل جایئے اور آپ سب کے پیچھے رہیئے گا اور ان لوگوں میں سے کوئی مڑ کے پیچھے نہ دیکھے اور جدھر

جانے کا حکم دیا گیا ہے (شام) ادھر سیدھے چلے جاؤ اور ہم نے لوطؑ کے پاس اس امر کا قطعی فیصلہ کہلا بھیجا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی جائے گی اور (یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) شہر کے لوگ (مہمانوں کی خبر سن کر بری نیت سے) خوشیاں مانتے ہوئے آ پہنچے۔ لوطؑ نے (ان سے) کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں تو تم (انھیں ستا کر) مجھے رسوا بدنام نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کیوں جی ہم نے تم کو سارے جہان کے لوگوں (کے آنے کی) مناہی نہیں کر دی تھی۔ لوطؑ نے کہا اگر تم کو (ایسا ہی) کرنا ہے تو یہ میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں (ان سے) نکاح کر لو۔ (اے رسولؐ) تمہاری جان کی قسم یہ لوگ (قوم لوط) اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔ (لوطؑ کی سنتے کاہے کو) غرض سورج نکلتے نکلتے ان کو (بڑے زوروں کی) چنگھاڑ نے لے ڈالا پھر ہم نے اسی بستی کو الٹ کر اس کے اوپر کے طبقہ کو اس کے نیچے کا طبقہ بنا دیا اور اس کے اوپر ان پر کھڑ نجے کے پتھر برسا دیئے اس میں شک نہیں کہ اس میں (اصلی بات کے) تاڑ جانے والوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔" سورۂ حجر آیت ۶۱ تا ۷۵

غرض یہ عذاب قوم لوطؑ پر اس لئے نازل ہوا کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر لذت حاصل کرنے کی غرض سے مردوں کے پاس جاتے اور رنگ رلیاں مناتے تھے.......... نتیجتاً صبح ہوتے ہوتے سورج نکلنے سے قبل ایک تیز چنگھاڑ کے ساتھ اس قوم پر عذاب خداوندی اس طرح نازل ہوا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی اور نہ ہی ان کے بچاؤ کے راستے ان کے کچھ کام آ سکے۔ آسمان سے بڑے بڑے پتھر گرنے لگے اور زمین الٹ پلٹ ہو گئی۔

اس سے اندازہ ہوا کہ جب قوم لوط جیسی مضر بیماریاں یعنی ہم جنسی، بدفعلی، بدکرداری سماج میں پھیلتی ہے تو اس برائی کو ختم کرنے اور دوسروں کو سبق دینے کی خاطر صبح ہوتے ہوتے سورج نکلنے سے قبل عذاب خداوندی آتا ہے تاکہ رنگ رلیاں منانے والوں یا رنگ رلیاں منا کر سو جانے والے لوگوں کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے کہ ایک کو دوسرے کی خبر بھی نہ رہے۔ اس روشنی میں اگر ۲۶ ردسمبر ۲۰۰۴ء جیسے منحوس دن کے اگتے ہوئے سورج سے پہلے کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ بڑے دن (کرسمس ڈے) کی خوشی میں رات بھر رنگ رلیاں منانے، نیز بدفعلی اور ہم جنسی کی غرض سے سمندر کنارے بہت سارے عورت اور مرد جمع تھے۔ جہاں بار اور نائٹ کلبوں میں عورت اور مرد کو شہوت پرستی کے لئے بالکل چھوٹ ہے تاکہ لوگ مغربی طرز

زندگی کو اختیار کر سکیں۔

لہٰذا وہاں ایک طرف یقینی طور پر بہت سارے مرد اور عورت غیر شرعی و مذہبی طور پر (یعنی اپنے اپنے مذہب کے اصول کے مطابق از دواج کئے بغیر) آپس میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، وہیں دوسری طرف بہت سارے مرد، مرد کے ساتھ اور عورت، عورت کے ساتھ ہم جنسی سے لطف اندوز ہو رہی ہوگی......... کیونکہ آج مغربی تہذیب ننگے پہناوے، ٹی.وی.، انٹرنیٹ، بلیو فلم اور سی ڈیز کے ذریعہ مذکورہ بد فعلیوں کی طرف دنیا کے بالغ اور سن رسیدہ لوگوں کو ہی نہیں بلکہ بچوں کو بھی برباد کرنے کا رول ادا کر رہی ہے.......... نتیجتاً اس بدفعلی کا شکار لوگ آج ہم جنسی (Homo Sexology) کو قانونی شکل دیئے جانے کی مانگ بھی کر رہے ہیں.......... ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ صدیوں پہلے جناب لوطؑ کے زمانے میں اسی بدفعلی کے......... سماج میں تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے ایک تیز چنگھاڑ کے ساتھ سورج نکلنے سے قبل عذاب خداوندی آیا اور تباہی مچا گیا۔

شاید اسی قسم کی برائی آج بھی سماج میں تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے سنامی طوفان (یعنی عذاب خداوندی) سورج نکلنے سے قبل آیا اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگوں کی جان لے کر زبردست تباہی مچا کر چلا گیا...... جس کا ذمہ دار خود آج کا انسان ہے جو واضح و روشن معجزے دیکھنے کے بعد بھی خدا کی نافرمانی کر کے خود اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے اور عذاب خداوندی کا مستحق بنا ہے...... آخر یہ آندھی، طوفان، زلزلہ، زمین میں دھنسنا اور پانی میں ڈوبنا (جیسا ابھی حال میں بمبئی میں ہوا) وغیرہ وغیرہ طریقوں سے لوگوں کا مرنا، گناہوں کی سزا نہیں تو کیا ہے؟ جس کے لئے قرآن میں اشارہ بھی ہے کہ

"اور (ہم ہی نے) قارون و فرعون و ہامان کو بھی (ہلاک کر ڈالا) حالاں کہ ان لوگوں کے پاس موسیٰ واضح و روشن معجزے لے کر آئے پھر بھی یہ لوگ روئے زمین میں سرکشی کرتے پھرے اور ہم سے نکل کر کہیں آگے نہ بڑھ سکے تو ہم نے سب کو ان کے گناہ کی سزا میں لے ڈالا۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو وہ تھے جن پر ہم نے پتھر والی آندھی بھیجی اور بعض ان میں سے وہ تھے جن کو ایک سخت چنگھاڑ نے لے ڈالا اور بعض ان میں سے وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض ان میں سے وہ تھے جنھیں ہم نے ڈبو مارا اور یہ بات نہیں کہ خدا نے ان پر

ظلم کیا ہو بلکہ سچ یوں ہے کہ یہ لوگ خود (خدا کی نافرمانی کر کے) آپ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔" (سورۂ عنکبوت آیت ۳۹ و ۴۰)

اور جو باقی بچ گیا اسے گویا اپنے میں سدھار کا ایک موقع دیا گیا۔ کیوں کہ

"اور اگر (کہیں) خدا اپنے بندوں کی نافرمانیوں کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر کسی ایک جاندار کو باقی نہ چھوڑتا مگر وہ تو ایک مقررہ وقت تک ان سب کو مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا (وہ) وقت آ پہنچے گا تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔" سورہ نحل آیت: ۶۱

جیسا کہ حالیہ سنامی لہروں اور بمبئی کی موسلا دھار بارش نے دکھایا.........لہٰذا ہمیں موقع کو غنیمت جانتے ہوئے فوراً ہم جنسی، بدفعلی، حرام کاری، ظلم و زیادتی جیسی متعدد برائیوں کو چھوڑ دینا چاہئے.........نہیں تو سنامی لہروں جیسا عذاب ہمیں کسی وقت بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔!!! ❀❀❀

'عین اللہ آئی کلینک' تنظیم المکاتب

بہ تعاون: میڈیکل ایڈوائزری بورڈ K.S.I.M.C.

عین اللہ آئی کلینک میں موجود سہولتیں

۱۔ ریفریکشن (آنکھوں کی جانچ) بذریعہ Refraction "آٹو ریفریکٹومیٹر" (کمپیوٹر) Auto Refractometer (Computer)

۲۔ سلِٹ لیمپ بایو مائیکرواسکوپ Slit Lamp Biomicroscopy

۳۔ ہر طرح کی سرجری بذریعہ "آپریٹنگ مائیکرواسکوپ" (ٹاپکون جاپان) Operating Microscope (Topcon, Japan)

ماہرین امراض چشم کی زیر نگرانی جدید ترین آلات کے ذریعہ آنکھوں کے تمام امراض کا علاج، بینائی کا چیک اپ اور آپریشن

O.P.D. کھلنے کے دن: دوشنبہ، منگل، بدھ اور جمعہ

بندگان خدا کی خدمت ہمارے لیے شرف ہے۔

463/81B نیپیئر روڈ، احاطہ مرزا علی خاں، لکھنؤ

فون نمبر: کلینک 0522-2244728 ہیڈ آفس 0522-2615115

منقبت

درمدح امام حسن علیہ السلام

مولانا عباس رضا نیر

صدر شعبۂ اردو، مرادآباد

شجاعتوں نے عجیب انداز سے قصیدہ لکھا حسنؑ کا
جہاں پہ تھی ذوالفقار حیدرؑ وہیں قلم رکھ دیا حسنؑ کا

چمن چمن کی ہے سرخ پھولوں نے سبز شال اوڑھ کر تلاوت
بہار آئی ہے ڈالی ڈالی پہ جشن ہونے لگا حسنؑ کا

اسی کی شادابیوں کو طوبیٰ کی چھاؤں کہنے لگے فرشتے
بہشت کو مل گیا تھا اک پیرہن اتارا ہوا حسنؑ کا

ورق ورق پڑھ رہا ہے قرآں اسی کے کردار کا قصیدہ
حکومتوں کے مٹانے سے مٹ سکےگا کیا تذکرہ حسنؑ کا

ہے کتنا روشن خدا کا چہرہ یہ صاحبانِ یقیں سے پوچھو
بھلا تذبذب کی آنکھ دیکھے گی کس طرح معجزہ حسنؑ کا

کہاں جلالِ جبینِ ہاشم کہاں امیہ کے اندھے وارث
یہ شام کی مصلحت کے چہرے کریں گے کیا سامنا حسنؑ کا

یہاں تو نوکِ قلم بھی پھولوں کی خوشبوؤں کی طرح رواں ہے
یہ دم کسی تیغ میں کہاں ہے، جو روک لے راستہ حسنؑ کا

ہے مطمئن چہرۂ امامت، حکومتیں تھرتھرا رہی ہیں
بجا ہے بروقت برمحل ہے قدم قدم فیصلہ حسنؑ کا

کہاں گیا ظلمتوں کا حاکم، کہاں گئی شام کی حکومت
سبھی سویروں کی سرحدوں پر ہے آج تک دبدبہ حسنؑ کا

ہزار بدلے جہاں کے موسم ترا پھریرا ہے سبز اب تک
سلام اے کربلا کے پرچم کہ رنگ تجھ کو ملا حسنؑ کا

مدینے والوں سے کوئی کہہ دے کہ دیکھ لیں پھر علیؑ کی ہیبت
زمینِ مقتل اٹھانے والا ہے تیغ پر لاڈلہ حسنؑ کا

جہاں لہو کی عبارتیں ہیں وہیں پہ مسموم حرف بھی ہیں
کتابِ قتل ہے یا ہے متنِ حسینؑ پر حاشیہ حسنؑ کا

جو شخص اب تک سمجھ نہ پایا نبیؐ کی صلحِ حدیبیہ کو
اسے قیامت تلک سمجھ میں نہ آئے گا فلسفہ حسنؑ کا

کلیجہ انسانیت کا کب تک چبائے گی سازشوں کی ڈائن
جناب حمزہؓ سے ملتا جلتا ہے کس قدر واقعہ حسنؑ کا

سوال تھا یہ لحد میں مجھ سے میں کون ہوں میرا دین کیا ہے
جواب میں میں اٹھا اور اٹھ کے قصیدہ پڑھنے لگا حسنؑ کا

تو ہی بتا اے خدائے برتر کہ اور کیسے میں تجھ سے مانگوں
مرے لبوں نے دعا کے حرفوں میں رکھ دیا واسطہ حسنؑ کا

مجال کس کی جو ایک قطرے میں کل سمندر سمو کے رکھ دے
ثنا کے قرضے اتار پائے گا کیا کوئی قافیہ حسنؑ کا

قلم کو ہچکی سی آرہی ہے حروف نیلے پڑے ہیں نیر
مرے لہو اب جگر کے ٹکڑوں پہ تو ہی لکھ مرثیہ حسنؑ کا

"حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مراحل امتحان"

علی عیسیٰ گیاوی

ابو ظہبی

یوں تو پروردگار عالم نے اپنے تمام نمائندوں کو کسی نہ کسی شکل میں منزلِ امتحان میں رکھا اور ان کی آزمائش کی اور بقدر آزمائش و امتحان ان کے درجات کو بلند کیا اور ان سے اپنے تقرب کا اور ان کے حوصلوں کا اعلان بھی کیا۔ مگر جس قدر آزمائش امتحان ابتلاء سے جناب ابراہیمؑ کی زندگی گذری اور جس طرح خدا نے جناب ابراہیمؑ کا امتحان لیا ویسا امتحان اور ابتلاء کسی دوسرے نبی کا نہ ہوا۔ اور اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ جیسا منصب جناب ابراہیمؑ کو خدا نے دیا ویسا منصب اور ویسی بلندی بھی سوائے سرکار دو عالم کے خدا نے کسی دوسرے نبی کو نہیں دی۔ اور وہ منصب تھا منصب نبوت و رسالت کے بعد منصبِ امامت۔ چونکہ خدا نے ابراہیمؑ کا سخت سے سخت ترین امتحان لیا جس سے جناب ابراہیمؑ نہایت کامیابی اور ثبات قدم و بلندی عزم و حوصلہ کے ساتھ گذر گئے لہٰذا انعام بھی ایسا عظیم دیا جسے سن کر جناب ابراہیمؑ خوش ہو گئے اور بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "وَمِن ذُرِّيَتِي" کیونکہ جناب ابراہیمؑ جانتے تھے کہ امامت کو قیامت تک جانا ہے اور ہر امت کو خدا اس کے امام کے ساتھ بلائے گا۔

یقیناً جناب ابراہیمؑ کی زندگی کا ہر لمحہ منزلِ امتحان میں تھا۔ تفسیر المنار میں ابن عباس کے حوالے سے منقول ہے کہ انھوں نے قرآن کی چار سورتوں کی مختلف آیات میں جناب ابراہیمؑ کے لئے گئے امتحانات کو شمار کیا ہے جو تیس بنتے ہیں۔ مگر میں نے نہایت ہی مختصراً قرآن کی آیات اور روایات کو نظر میں رکھتے ہوئے جناب ابراہیمؑ کے فقط نو امتحانات کا ذکر کیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بابل کے بت پرستوں کے ساتھ منطق و استدلال کے ساتھ مقابلہ

بابل کے لوگ بت پرستی کے علاوہ آسمانی موجودات کی بھی پرستش کرتے تھے۔

جناب ابراہیمؑ کا یہ پہلا مرحلۂ امتحان تھا کہ آپ ان لوگوں سے منطق واستدلال کے ذریعہ مقابلہ کریں۔ ''ستارہ زہرہ'' جس کی یہ لوگ پرستش کرتے تھے آپ نے جب اسے افقِ مغرب پر چمکتا ہوا دیکھا تو استفہام انکاری کے طور پر فرمایا: ''قال ھٰذا ربی ۚ فلمّا افل قال لا اُحِبُّ الافلین.'' '' کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔'' پھر جب چمکتا ہوا چاند دیکھا تو وہی الفاظ کہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا: ''قَالَ لَئِن لَّم یَھْدِنِی رَبِّی لَاَکُونَنَّ مِنَ الْقَومِ الضَّآلِّیْن.'' '' کہا کہ اگر پروردگار ہی ہدایت نہ دے گا تو میں گمراہوں میں ہو جاؤں گا۔'' پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: ''فلمّا رَا الشمس بَازِغَۃً، قَالَ ھٰذا ربی ھٰذا اَکْبَرُ فلمّا اَفَلَت قَال یٰقومِ اِنّی بَرِیٓءٌ مِمّا تشرکون.'' ''پھر یہ خدا ہوگا یہ بڑا ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے قوم میں تمہارے شرک سے بری اور بیزار ہوں۔'' انعام/۵۷تا۸۷

یہ تھا جناب ابراہیمؑ کا امتحان ان لوگوں کے مقابلہ میں جو آسمانی موجودات کی پرستش کرتے تھے۔ پھر قرآن مسلسل جناب ابراہیمؑ نے جو اپنی قوم سے ان کے باطل خداؤں اور خدائے حقیقی کے سلسلہ میں دلیل پیش کی اسے نقل کیا اور ابراہیمؑ کو اس منزلِ امتحان میں کامیابی کی سند بھی ان الفاظ میں عطا کی۔ ''وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰھَآ اِبْرٰھِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ.'' ''یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا ہے اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک تمہارا پروردگار باحکمت بھی ہے اور باخبر بھی۔ انعام/۸۳

(۲) اپنے چچا آذر سے جناب ابراہیم کا مقابلہ

جناب ابراہیمؑ کے لئے اپنے چچا آذر سے مقابلہ بھی سخت ترین منزل امتحان تھی۔ بظاہر جو آپ کو پال رہا تھا اور آپ کی ضروریات زندگی کو فراہم کر رہا تھا مگر جب بات حق وباطل کی آئی تو جناب ابراہیمؑ نے نہایت سختی سے آذر سے گفتگو کی۔ ''اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا.'' جب انھوں نے اپنے پالنے والے باپ سے کہا۔ آپ ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کام آنے والا ہے۔'' ''یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا.'' ''میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے لہٰذا آپ میری

اتباع کریں میں آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردوں گا۔" "یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدُ الشَّیطٰنَ ط اِنَّ الشَّیطٰنَ کَانَ لِلرَّحمٰنِ عَصِیاً۔" "بابا شیطان کی عبادت نہ کیجئے کہ شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے۔" "یٰاَبَتِ اِنِّی اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحمٰنِ فَتَکُونَ لِلشَّیطٰنِ وَلِیّاً۔" "بابا مجھے خوف ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے کون عذاب اپنی گرفت میں لے لے اور آپ شیطان کے دوست قرار پائیں۔"

جناب ابراہیمؑ کی اس سخت گفتگو سے آذر کس قدر ناراض ہوا اس کا اندازہ آپ اس آیہ کریمہ سے لگائیں: "قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِی یٰاِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِی مَلِیّاً۔" "اس نے جواب دیا کہ ابراہیم کیا تم میرے خداؤں سے کنارہ کشی کرنے والے ہو تو یاد رکھو اگر تم اس روش سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔" مریم/۴۲تا۴۶

اس منزل امتحان میں جناب ابراہیمؑ کامیاب ہوئے اور اسی سورہ مریم میں چند آیتوں کے بعد خدا نے جناب ابراہیمؑ کو ایک خوشخبری سنائی جسے ہم جناب ابراہیمؑ کے لیے اس منزل امتحان میں کامیاب ہونے کا انعام بھی کہہ سکتے ہیں۔ "فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون اللہ وهبنا له اسحٰق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا" "پھر جب ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو ہم نے انہیں اسحٰق ویعقوب جیسی اولاد عطا کی اور سب کو نبی بنایا۔" مریم/۶۹

(۳) جناب ابراہیم کا عملی بت شکنی کے ذریعہ امتحان

ابھی تک تو جناب ابراہیمؑ زبانی طور پر منزل امتحان میں تھے۔ بت پرستوں کو بت پرستی سے منع کر رہے تھے۔ آسمان موجودات کی پرستش کرنے والوں کو اس سے منع کر رہے تھے۔ بت ساز اور بت پرست آذر سے مقابلہ کر رہے تھے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ آپ سے بت شکنی کا عملی امتحان لے۔ جب مشرکین کی سالانہ عید کا دن قریب آیا تو ان لوگوں نے آپ کو بھی اس عید میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ آپ نے اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر دیا جسے قرآن نے یوں نقل کیا: "فَنَظَرَ فِی النُّجُومِ، فَقَالَ اِنِّی سَقِیمٌ۔" "آپ نے ستاروں پر نظر کی اور کہا میری طبیعت خراب ہے۔" (بدقسمتی سے مسلمانوں نے اسے جناب ابراہیم کا جھوٹ مان لیا اور جسے قرآن صداقت کی سند دے چکا تھا اس کی زندگی میں جھوٹ تلاش کرنے لگے کہ معاذ اللہ جناب ابراہیمؑ نے کتنے جھوٹ بولے اور سارے جھوٹ کو کتاب میں جمع کر کے اس کتاب کو بھی

صحیح مان لیا۔ حالانکہ مولانا مودودی نے تفسیر تفہیم القرآن میں "نظرَ فی النّجوم" (اس نے ستارہ پر نظر کی) کے الفاظ کو اہل عرب کے محاورے کے طور پر استعمال کرنا لکھا ہے۔ یعنی اس شخص نے عذر کیا، وہ شخص سوچنے لگا۔ علامہ ابن کثیر نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔ جناب ابراہیم نے اس وفد کے درمیان جس میں آپ کا چچا آذر بھی تھا بتوں کے خلاف تقریر کی پھر آہستہ سے کہا۔ اور قرآن نے اسے نقل کر لیا کیونکہ نگاہِ قدرت ہر آن جناب ابراہیم پر تھی۔

"وَتَاللّٰهِ لَاَکِیدَنَّ اَصنَامَکُم بَعدَ اَن تُوَلُّوا مُدبِرِینَ." "خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کے بارے میں تمہارے چلے جانے کے بعد کوئی تدبیر ضرور کروں گا۔" انبیاء/۵۷

اور جناب ابراہیمؑ نے بت شکنی کا عملی امتحان یوں دیا کہ جب سارے مشرکین عید منانے چلے گئے اور شہر ان سے خالی ہوگیا تو جناب ابراہیمؑ بت خانہ کی طرف چلے اور جتنے چھوٹے بت تھے سب کو توڑ دیا اور اپنا کلہاڑا بڑے بت کی گردن میں ڈال دیا اور واپس چلے آئے۔ جب قوم جشن منا کر لوٹی تو سارے خدا ٹوٹے ہوئے تھے۔ آخر سبھوں نے کہا یہ کام ابراہیم کا ہے آپ کو طلب کیا گیا اور پوچھا گیا ان بتوں کو کس نے توڑا ہے؟ جناب ابراہیم نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: "قَالَ بَل فَعَلَهُ کَبِیرُهُم هٰذَا فَاسئَلُوهُم اِن کَانُوا یَنطِقُونَ." "ابراہیم نے کہا یہ ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے تم ان سے دریافت کر لو اگر یہ بول سکتے۔" جناب ابراہیم کے جواب پر خدا نے مشرکین کی حالت کو یوں بیان کیا ہے:

"فَرَجَعُوا اِلٰی اَنفُسِهِم فَقَالُوا اِنَّکُم اَنتُمُ الظّٰلِمُونَ." "اس پر ان لوگوں نے اپنے دلوں کی طرف رجوع کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ یقیناً تم ہی لوگ ظالم ہو۔" انبیاء/۶۴

مشرکین کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جناب ابراہیم اس عملی امتحانِ بت شکنی میں بھی کامیاب ہو چکے تھے۔ مگر اپنی شکست کو مشرکین نے قبول نہ کیا بلکہ جناب ابراہیم کے جواب میں اپنا یہ فیصلہ سنایا۔ "قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا اٰلِهَتَکُم اِن کُنتُم فٰعِلِینَ." "ان لوگوں نے کہا ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو اس طرح اپنے خداؤں کی مدد کرو۔" انبیاء/۶۸

(۴) جناب ابراہیم دربار نمرود میں ایک نئے امتحان کے ساتھ

عمائدین قوم نے جناب ابراہیم کی کھلم کھلا بت پرستی کی مخالفت، توحید خدا کی تبلیغ اور بت خانہ میں جا کر خداؤں کی توڑ پھوڑ، آسمانی موجودات کی پرستش کا مذاق ان ساری باتوں کی خاص شکایات کے ساتھ اس بات کا قوم کا فیصلہ کہ اسے جلا دیا جائے یا قتل کر دیا جائے نمرود تک پہنچا دیا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کا یہ عمل فقط بتوں کی پرستش پر ہی اثر انداز نہ تھا بلکہ شاہی

خاندان کی معبودیت اور حاکمیت، پوجاریوں اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی حیثیت اور پورے ملک کی اجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز تھا اور سب تبلیغ ابراہیمی کی زد میں تھے۔ خود نمرود کی خدائی اور حکومت خطرے میں تھی۔

جناب ابراہیم بیک وقت تین محاذوں پر دشمنان خدا سے برسر جنگ تھے یا ایک ہی وقت میں تین طرح کے امتحان میں مصروف تھے۔ (۱) ستارہ پرستوں نے ستارہ پرستی کے خلاف جنگ۔ (۲) بت پرستوں سے بت پرستی کے خلاف جنگ۔ (۳) نمرود جو خود کو سب سے بڑا خدا سمجھتا اور کہتا تھا اور جناب ابراہیم کو اپنی ربوبیت اور حکومت کا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا اس کے خلاف جنگ۔

جب نمرود نے اپنے دربار میں جناب ابراہیم کو طلب کیا تو آپ بے خوف وخطر اس نئی منزل امتحان کی طرف چل پڑے۔ نمرود نے جناب ابراہیم سے پہلا سوال کیا۔ ''تمہارے رب میں وہ کون سی خصوصیت ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''رَبِّیَ الَّذِی یُحْیِ وَیُمِیتُ.'' ''میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔'' نمرود نے کہا ''قَالَ اَنَا اُحْیِ وَاُمِیتُ.'' ''میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔'' اس کی دلیل اس نے یہ پیش کی کہ ایک قیدی جسے موت کی سزا ہو چکی تھی اسے آزاد کر دیا اور قید خانہ کے دوسرے قیدی کو مار ڈالا۔ جناب ابراہیم نمرود کی الٹی کھوپڑی کو سمجھ گئے کہ اسے استدلال سے قائل نہیں کیا جا سکتا لہٰذا آپ نے کہا: ''فَاِنَّ اللّٰهَ یَاتِی بِالشَّمسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِب.'' ''میرا خدا آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے۔'' جناب ابراہیم کی اس بات سے نمرود کا کیا حال ہوا قرآن سے سنئے: ''فَبُهِتَ الَّذِی كَفَرَ.'' ''وہ کافر مبہوت ہو گیا۔'' بقرہ/۲۵۸

جناب ابراہیم کا ایک سوال سے نمرود کو مبہوت کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ جناب ابراہیم اس منزلِ امتحان میں بھی کامیاب رہے۔

(۵) بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

نمرود جناب ابراہیم کی بات سے بقول قرآن مبہوت ہو گیا لہٰذا اس نے آپ کو قید کر دیا۔ اور سزا کے بارے میں مشیروں سے مشورہ کیا تو سب نے کہا: ''اسے جلا دو یا قتل کر دو اور اپنے خدا کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو۔''

لوگ جناب ابراہیم کو جلانے کے لئے چالیس روز تک لکڑیاں جمع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ عورتیں بھی جن کا کام گھروں میں بیٹھ کر چرخا کاتنا تھا وہ بھی اپنی آمدنی سے

لکڑیاں اس آگ کے لئے ڈلواتی، جو لوگ قریب المرگ ہوتے وہ اپنے مال میں سے کچھ رقم سے لکڑیاں خرید نے کی وصیت کرتے، حاجت مند اپنی حاجتوں کے پورے ہونے کے لئے منت مانتے کہ حاجت پوری ہونے پر اتنی مقدار میں لکڑیوں کا اضافہ کریں گے۔ کچھ بھی وجہ تھی کہ جب ان لکڑیوں میں آگ مختلف اطراف سے لگائی گئی تو شعلے اتنے بلند ہو گئے تھے کہ پرندے اس علاقے سے نہیں گذر سکتے تھے۔ لہٰذا جناب ابراہیم کو آگ میں پھینکنے کا کام منجنیق سے لیا گیا۔ اور انھیں آگ کے اس دریا میں پھنک دیا گیا۔ جب جناب ابراہیم کو آگ میں ڈالا جارہا تھا تو آسمان نے، زمین نے، فرشتوں نے فریاد بلند کی اور بارگاہ خداوندی میں درخواست کی گئی کہ توحید کے اس علمبردار کو بچایا جائے۔

منقول ہے کہ جناب جبرئیل جناب ابراہیم کے پاس آئے اور پوچھا: ''الک حاجة'' ''کیا تمہاری کوئی حاجت ہے۔'' جواب ملا ''اما'' ہے مگر ''الیک فلا'' تم سے نہیں ہے، میں اس سے حاجت رکھتا ہوں جو سب سے بے نیاز اور سب پر مہربان ہے۔ جبرئیل نے کہا ''فاسئل ربک'' ''اپنی حاجت خدا سے طلب کرو۔ جواب ملا ''حسبی من سؤالی علمه بحالی.'' ''یہ کافی ہے کہ وہ میرے حالات سے آگاہ ہے۔''

عرب کے ایک معقول مفسّر ابو منصور ثعالبی نے اتنے اور اضافہ کے ساتھ اس واقعہ کو یوں قلم بند کیا ہے۔ جبرئیل کے حاجت پوچھنے پر جناب ابراہیم نے کہا ''لیس من النفس دعویٰ ولا من نمرود شکویٰ ولا من النار بلویٰ ولا اطلب سوی المولیٰ.'' ''نہ مجھ کو نفس سے کوئی حاجت ہے نہ نمرود سے کوئی شکایت ہے نہ آگ کی اس جلا دینے والی گرمی پر کوئی ملال ہے۔ سوائے خدا کے میرا کسی سے کوئی سوال نہیں۔''

جناب ابراہیم ابھی آگ تک پہنچے نہ تھے کہ آگ کو ارشاد قدرت ہوا: ''یَانَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلٰمًا علیٰ ابراهیم.'' ''اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔'' مشہور ہے کہ آگ اس قدر ٹھنڈی ہوگئی کہ ابراہیم کے دانت ٹھنڈک کی شدت سے بجنے لگے۔ بعض مفسرین کے قول کے مطابق اگر ''سَلٰمًا'' کی تعبیر ساتھ نہ ہوتی تو آگ اس قدر سرد ہو جاتی کہ جناب ابراہیم کی جان سردی سے خطرے میں پڑ جاتی۔ کتب تفاسیر کا بیان ہے کہ آگ ایک پُر بہار باغ بن گئی اور جب نمرود نے اپنے محل سے دیکھا کہ جناب ابراہیم اس میں نہایت اطمینان سے ٹہل رہے ہیں تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا: ''اگر کوئی خدا کو پسند کرے

تو مثل خدائے ابراہیم۔ اے ابراہیم میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پروردگار کے نام پر قربانی کروں۔"

کتاب حیات مقدسہ جلد اول ص ۳۷

(۶) بت پرستوں کی سرزمین بابل سے جناب ابراہیم کی ہجرت نئی زمین امتحان کی طرف

جناب ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ اور اس خطرناک مرحلہ سے ان کی معجزانہ نجات نے نمرود کے ارکانِ حکومت کو لرزہ براندام کر دیا۔ کیونکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ جناب ابراہیم اس سے ہر محاذ جنگ پر ثابت قدم رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لہٰذا نمرود نے جناب ابراہیم کو سرزمین بابل سے نکل جانے کا حکم سنایا۔ جناب ابراہیم چونکہ اس سرزمین پر کارِ رسالت انجام دے چکے تھے۔ نمرود اور اس کی قوم کو ہر محاذ پر شکست دے چکے تھے لہٰذا آپ نے بھی مناسب سمجھا کہ اس سرزمین کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں اور کارِ رسالت کا دائرہ وسیع کریں۔ لہٰذا آپ نے اس کا ذکر جناب لوط سے کیا۔ بقول قرآن وہ بھی آپ کے ساتھ چلنے کو خوشی خوشی راضی ہو گئے۔ آپ نے اپنی زوجہ جناب سارہ اور احتمالاً مومنین کے ایک چھوٹے سے گروہ کو ساتھ لے کر بابل سے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی ہجرت حکم الٰہی کا عین اشارہ تھا جسے قرآن نے جناب ابراہیم کی زبان میں یوں نقل کیا ہے: "اِنِّی مُهَاجِرٌ اِلَی اللّٰہ۔"
"میں رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔"

جناب ابراہیم نے مختلف مقامات کی طرف ہجرت کی جس میں شام، حاران، کنعان، مصر، مکہ وغیرہ شامل ہیں۔ جب آپ مصر پہنچے تو بادشاہ مصر کی طرف سے ابتداء میں آپ کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں آپ ایک نئے امتحان سے دوچار ہوئے۔ ابھی تک جو بھی پریشانیاں تھیں ان کا تعلق براہ راست جناب ابراہیم کی ذات سے تھا۔ مگر مصر میں آپ کو اپنی زوجہ جناب سارہ کے حسن و جمال اور بادشاہ مصر کی جناب سارہ کی طرف نگاہِ بد اور دست درازی نے آپ کو ایک نئے امتحان میں کھڑا کر دیا۔ جناب ابراہیم بھی اسی منزل امتحان سے ثابت قدمی کے ساتھ گذر گئے اور ابراہیم کا خدا مسلسل ابراہیم کی مدد کرتا رہا اور بادشاہ مصر نے جب بھی جناب سارہ کے ساتھ دست درازی کرنا چاہا اس کا ہاتھ خشک ہوتا رہا اور جناب ابراہیم ہر بار اس منّت پر خدا سے دعا کرتے رہے اور اس کا ہاتھ ٹھیک ہوتا رہا۔ بادشاہ مصر نے اس طرح جناب ابراہیم کی عظمت و جلالت کا مشاہدہ کیا آخر کار اس نے جناب ابراہیم کو بہت سارے تحفے تحائف سے نوازا اور آپ کے ساتھ جناب ہاجرہ کو بھی آپ کی خدمت کے لئے

روانہ کر دیا۔

جناب ابراہیم جب ۷۰ رسال کے ہو گئے اور جناب سارہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو آپ نے جناب سارہ کی خواہش اور حکم الٰہی سے اپنی نسل کو باقی رکھنے کے لئے جناب ہاجرہ سے عقد کرلیا اور مصر کی اسی خاتون سے مصر میں آپ کے دیئے گئے امتحانات کا انعام خدا نے جناب اسمٰعیلؑ جیسے فرزند کی شکل میں عطا کیا۔

(۷) جناب ابراہیمؑ زوجین کے درمیان منزل امتحان میں

ابھی تک تو جناب ابراہیم کا امتحان خدا بت پرستوں، ستارہ پرستوں، نفس پرستوں کے ذریعہ لے رہا تھا مگر اب جناب ابراہیم کا امتحان باہر کے لوگوں کے ذریعہ نہ تھا بلکہ گھر والوں کے ذریعہ تھا مگر جناب ابراہیم اس حساس منزلِ امتحان سے بھی نہایت ثابت قدمی کے ساتھ گذر گئے۔

جب جناب سارہ حاملہ ہوئیں اور ان کے بطن سے جناب اسحاق پیدا ہوئے تو جناب سارہ کے دل میں جناب ہاجرہ کی مخاصمت بڑھنے لگی کہ یہ بھی صاحبِ اولاد ہوگئیں۔ اور جناب سارہ کو یہ وہم ہوگیا کہ ہاجرہ اب مجھے حقیر سمجھنے لگی ہیں اور میری حیثیت اب ویسی نہیں رہی ہے جیسی جناب اسمٰعیل کی ولادت سے قبل تھی۔ ادھر جناب ابراہیم کا برتاؤ، ان کی محبت و شفقت اپنے دونوں بچوں کے ساتھ برابر تھی جو جناب سارہ کو برداشت نہ تھی۔ اس ماحول میں زندگی گذارنا بہرحال دشوار کن ہوتا ہی ہے۔ مگر جناب ابراہیم ان حالات میں بھی اپنے فرائض انجام دے رہے تھے اور جس کا جو حق تھا اسے ادا کر رہے تھے۔ مگر بات یہاں تک آ پہنچی کہ ایک دن جناب سارہ نے جناب اسمٰعیل اور جناب ہاجرہ کو گھر سے نکل جانے کو کہا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات جناب ابراہیم کو بہت ناگوار گذری اور آپ کو بہت رنج ہوا مگر مصلحت پروردگار نے جناب ابراہیم کو اشارہ کیا کہ تم ہاجرہ اور اسمٰعیل کو لے کر یہاں سے ہجرت کر جاؤ اور اس طرح خدا نے جناب سارہ کی بھی تسکین کا انتظام کر دیا۔

(۸) سرزمین مکہ اور امتحان حضرت ابراہیمؑ

ابھی تک تو جناب ابراہیم نے جہاں بھی ہجرت کی وہ آباد علاقے تھے۔ سامانِ زندگی تھا مگر جناب ابراہیم جب جناب ہاجرہ اور جناب اسمٰعیل کو لے کر اس قطعہ زمین پر آئے تو یہاں زندگی کے کچھ آثار نہ تھے۔ ریت کے ٹیلوں اور بادِ سموم کے جھکڑوں، تپتے صحرا اور

سنگلاخ پہاڑوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ نہ پانی نہ آبادی بس ابراہیم تھے اور امتحان تھا۔

جناب ابراہیم کے سامنے کس قدر دشوار منزل تھی کہ ایسی جگہ پر اپنے چھوٹے بچے اور زوجہ کو چھوڑ کر جانا ہے جہاں کوئی آثار زندگی ہے نہ سامان زندگی۔ مگر آپ سمجھ رہے تھے کہ یہ آزمائش اور امتحان ہے لہٰذا راضی بہ رضا تھے۔ جب جناب ابراہیم اپنی زوجہ اور فرزند کو مکہ میں چھوڑ کر پلٹنے لگے تو ان لوگوں کے پاس کھانے کے لئے ایک تھیلی خرمے کی تھی اور پینے کے لئے ایک مشک پانی تھا۔ لہٰذا جناب ابراہیم نے دست دعا بلند کر دیا اور فرمایا:

"رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ." "پروردگار! میں نے اپنی ذرّیت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے۔" جناب ابراہیم نے مزید واضح کر دیا کہ چھوڑنے کا ایک عظیم مقصد ہے۔ "رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ." ابراہیم/۳۷

"تا کہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گذار بندے بن جائیں۔"

(۹) "اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ. یقیناً یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔

حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہؑ اور جناب اسمٰعیلؑ کو پہلی بار مکہ میں جب چھوڑ کر گئے تو آپ کا آنا جانا لگا رہا۔ ایک بار خانۂ کعبہ کی تعمیر کے سلسلہ میں آئے۔ پھر اپنی زندگی کا عظیم ترین امتحان دینے آئے جسے خود قرآن نے کھلی ہوئی آزمائش سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کا کھلی ہوئی واضح آزمائش کا کہنا خود اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس سے قبل بے شمار آزمائشوں سے آپ گذر چکے ہیں اور کامیابی کے ساتھ گذر چکے ہیں اور منزل امتحان میں اس قدر ثابت قدم رہے ہیں کہ نگاہِ قدرت نے اس عظیم آزمائش کے لئے ان کا انتخاب کیا ہے۔

قرآن نے جناب ابراہیم کی اس عظیم آزمائش کی شروعات ان کلمات سے کی:

"یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی." "بیٹا میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تم بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے۔" بیٹے نے جواب دیا: "قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ." "بابا جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کریں انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ صافات/۱۰۲

"فَلَمَّا
اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ
لِلْجَبِیْنِ."
"پھر جب دونوں
نے سر تسلیم خم
کردیا اور باپ
نے بیٹے کو
ماتھے کے بل لٹا
دیا۔"

صافات/۱۰۳

اب
قرآن خاموش
ہے۔ نہ ہاجرہ
سے دعوت میں
لے جانے کی
بات قرآن میں
ہے نہ آنکھوں پر
پٹی باندھنے کی
بات قرآن میں
ہے، نہ جنت سے
دنبہ آنے کی
بات قرآن میں
ہے، نہ چھری
چلنے کی بات قرآن
میں ہے۔ یہ
سب روایات میں

"حق وہ جو سر چڑھ کے بولے"

حضرت علیؓ بچپن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں پلے تھے اور جس قدر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا تھا کسی کو نہیں ملا تھا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ اور صحابہ کی نسبت کثیر الروایت کیوں ہے؟ فرمایا "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کرتا تھا تو بتاتے تھے اور چپ رہتا تھا تو خود ابتدا کرتے تھے اس کے ساتھ ذہانت، قوت استنباط، ملکہ استخراج ایسا بڑھا ہوا تھا کہ عموماً صحابہ اعتراف کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا عام قول تھا "کہ خدا نہ کرے کہ کوئی مسئلہ آن پڑے اور علیؓ موجود نہ ہو۔"

عبداللہ ابن عباسؓ خود مجتہد تھے مگر کہا کرتے تھے کہ "جب ہم کو علیؓ کا فتویٰ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔"

(شبلی نعمانی)

(بشکریہ مجلّہ تعمیر حیات لکھنؤ ۲۰۰۵ء)

وارد ہوا ہے۔ مگر اس کے بعد والی آیت نے اس شان سے ابراہیم کو آواز دی اور ان کی کامیابی کا اعلان کیا کہ سب کو معلوم ہو گیا کہ جناب ابراہیم اس منزل امتحان سے بھی کامیابی کے ساتھ گذر گئے: "وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰا ابراهیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا." "ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔" "اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ." "ہم اس طرح حسن عمل والوں کو جزا دیتے ہیں۔" "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ." "بے شک یہ بڑا کھلا ہوا امتحان ہے۔" "وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ." "اور ہم نے اس کا بدلہ ایک عظیم قربانی کو قرار دیا ہے۔" "وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ." "اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔" "سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ." "سلام ہو ابراہیم پر۔" "کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ." "ہم اسی طرح حسنِ عمل والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔" "اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ." "بے شک ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔" صافات/۱۰۴تا۱۱۱

❀❀❀

نبی کے لہجے میں

شعیب رضا نوگانوی

بسی ہوئی تھی جو خوشبو نبیؐ کے لہجے میں
نہ مل سکی وہ جہاں کو کسی کے لہجے میں
نہ تمکنت نہ کبھی خسروی کے لہجے میں
پیام حق کا دیا عاجزی کے لہجے میں

وہ جس کو سننے کی خاطر ملک بھی رک جائیں
کہاں یہ بات کسی آدمی کے لہجے میں

پلٹ کے آئے نبیؐ عرش سے تو فرمایا
خدا نے بات کی ساری علیؑ کے لہجے میں
علیؑ کے لہجے میں اللہ نے کلام کیا
علیؑ نے بات نہیں کی کسی کے لہجے میں

یہ میرے مولاؑ کا اخلاق دیکھو جیتے جی
کسی سے بات نہ کی بے رخی کے لہجے میں
ہوئی ہزار لعاب دہن سے گستاخی
نہ بولے عمرو سے بھی برہمی کے لہجے میں

یہی ہراک سے ہدایت ہے میرے مولاؑ کی
ہراک سے بات کرو آدمی کے لہجے میں
یہ سب علیؑ کی عطا ہے یہ سب علیؑ کا کرم
جو یہ کشش ہے شعیب آپ ہی کے لہجے میں

❀❀❀

طالوت وجالوت کون تھے؟

سیدہ قدسیہ خاتون زیدی

طالوت وجالوت کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی رحلت کے بعد کچھ روز تک تو بنی اسرائیل ایک معتدل رفتار پر قائم رہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اپنے سابقہ اطوار کی جانب عود کر گئے۔ اور اپنی پچھلی شرارتوں کو دہرانے لگے۔ لہٰذا اللہ نے ان پر قوم عمالقہ کے ایک ظالم حکمراں جالوت کو مسلط کر دیا۔ جس کے مظالم نے بنی اسرائیل پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ اس طرف شموئیل نبی نے جالوت کا مقابلہ کرنے کے لیے جس کو بادشاہی کے واسطے منتخب فرمایا تھا ان کا نام طالوت تھا۔ جو حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی بنیامین کی نسل سے تھے۔ اور جن کو جالوت پر فتحیاب ہونے کے بعد حضرت داؤدؑ کا خسر بننے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ جناب طالوت نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص جالوت کو ہلاک کرے گا میں اپنی بیٹی کا عقد اس کے ہمراہ کروں گا۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ ہی کے ہاتھ سے جالوت فنا فی النار ہوا تھا۔ اور اکثر روایات معتبرہ کے مطابق حضرت داؤدؑ ہی نبی تھے جن کو اللہ نے زبور عطا فرمائی تھی اور جو حضرت سلیمان پیغمبر کے والد ماجد تھے۔

جناب طالوت اور جالوت کا تذکرہ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کے آیات ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ وفات پا گئے تو بنی اسرائیل جناب موسیٰؑ کے آخری دور کی طرح امن وسکون کے ساتھ ایام حیات گذارنے لگے لیکن کب تک؟ جس طرح جناب موسیٰؑ کے ابتدائی زمانہ میں اپنی شرارتوں سے وہ حضرت موسیٰؑ کو تنگ کیا کرتے تھے اسی فطرت اولیٰ کا مظاہرہ پھر شروع کر دیا۔ اور اپنی ریشہ دوانیوں اور نافرمانیوں سے موجودہ پیغمبر حضرت شموئیل کو بھی ستانے لگے۔ چنانچہ اللہ نے ان کو بطور سزا جالوت بادشاہ کے تسلط میں دے دیا جس نے اپنے ظلم وستم سے ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ اور وہ تابوت بھی

لوٹ لے گیا جس میں حضرت موسیٰؑ کو لٹا کران کی ماں نے دریائے نیل کے حوالے کیا تھا۔اس تابوت کے اندر عصائے موسیٰؑ نیز کچھ دیگر متفرق تبرکات رکھے ہوئے تھے اور جس کو بنی اسرائیل میں ایک برکت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔بنی اسرائیل نے تنگ آکر اپنے دور کے نبی سے درخواست کی ہم پر ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ ہم اس کی معیت میں جہاد کرسکیں۔ حضرت شموئیل نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاد واجب ہونے کے بعد اس سے پہلو تہی کر کے غضب الٰہی کا ہدف بن جاؤ؟ وہ کہنے لگے کہ جب ہم اپنے اہل و عیال اور گھر بار سے دربدر کردیئے گئے ہیں تو جہاد سے کیوں انکار کرنے لگے۔الغرض جب بادشاہ مقرر کرنے کا مرحلہ آیا تو اللہ نے ایک عصا اور ایک روغن سے بھرا ہوا ظرف نازل فرمایا پھر حضرت شموئیل نے کہا کہ جس شخص کے قریب آنے پر یہ روغن جوش کھانے لگے اور عصاء اس کے قد کے برابر ہوجائے اللہ تعالیٰ اسی کو بادشاہ مقرر فرمائے گا چنانچہ بہت سے لوگ اس برتن کے قریب سے گذرے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا لیکن جیسے ہی جناب طالوت اس طرف کے قریب پہنچے تو روغن بھی جوش کھانے لگا اور عصاء بھی ان کے قد کے برابر ہوگیا۔لہٰذا جناب شموئیل نے جناب طالوت کو بادشاہ مقرر کردیا لیکن چونکہ جناب طالوت کوئی مالدار انسان نہیں تھے اور سقائی کا پیشہ کر کے اپنا آذوقہ فراہم کرتے تھے اس لیے بنی اسرائیل نے ان کے انتخاب پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے بادشاہ کیونکر ہوسکتے ہیں؟ جب کہ ان کے پاس کوئی زر و مال بھی نہیں ہے لیکن اللہ نے یہ فرما کران کے خیال کی تردید کردی کہ مال و دولت ہو نہ ہو مگر علم و جسم کے اعتبار سے وہ تم پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اُدھر جالوت کے لیے تابوت سکینہ مبارک ثابت نہ ہوسکا۔بلکہ وہ ان کو پریشانیوں کا پیش خیمہ محسوس ہونے لگا۔لہٰذا ایک بیل گاڑی پر لاد کرا سے صحرا کی طرف ہنکوا دیا گیا جس کو فرشتوں نے جناب طالوت تک پہنچا دیا۔اور حضرت شموئیل کی واپسی کو جناب طالوت کے لیے تائید الٰہی قرار دے کر لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کرنا چاہا تابوت سکینہ نے اس تابوت کو ایک فال نیک سمجھ کر اگر کچھ لوگ جہاد کے لیے راضی ہوگئے تو بہت سے لوگ اپنے عہد سے مکر گئے اور جناب طالوت کے ساتھ جہاد پر جانے کو آمادہ نہیں ہوئے بہرحال باقی مومنین کو ہمراہ لے کر جناب طالوت، جالوت کے مقابلہ پر روانہ ہوئے۔راستہ میں پیاس کی شدت کی وجہ سے انھوں نے جناب طالوت سے پانی کے لیے دعا کرنے کا مطالبہ کیا لہٰذا جناب طالوت نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور اللہ نے ایک نہر کو ظاہر

فرمایا مگر طالوت نے کہا کہ یہ ایک امتحانی نہر ہے لہٰذا جو شخص اس نہر سے ایک چلو سے زیادہ پانی پئے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ مگر زیادہ تر افراد پانی پر ٹوٹ پڑے جبکہ کچھ لوگوں نے صرف ایک ایک چلو پانی پیا۔ جنہوں نے صرف ایک چلو پانی پیا تھا ان کی پیاس بھی رفع ہوگئی اور ٹھیک ٹھاک بھی رہے لیکن جنہوں نے شکم سیر ہو کر پانی پیا تھا ان کی پیاس بھی نہ بجھ سکی۔ اور ان کے ہونٹ سیاہ پڑ گئے نیز چلنے کے لائق بھی نہ رہے۔ بقیہ لشکر بقولے تین سو تیرہ افراد کے ساتھ جناب طالوت، جالوت کے مد مقابل ہوئے۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو جالوت نے اپنا حریف طلب کیا مگر بنی اسرائیل کے لشکر میں سے کوئی آدمی جالوت کا مقابلہ نہ کر سکا حالانکہ جناب طالوت نے یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا۔ اس کو میں اپنی آدھی سلطنت بھی عطا کروں گا اور اپنی دختر کے ساتھ اس کا عقد بھی کردوں گا۔

حضرت شموئیل نے ایشیاء نامی شخص سے جو جناب یعقوبؑ کی اولاد میں سے تھا فرمایا کہ اپنے تمام بیٹوں کو یکجا کرو۔ ایشیا کو اللہ نے دس فرزند عطا کئے تھے اس نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا مگر حضرت شموئیل نے جو نشانیاں بتائی تھیں وہ کسی میں نہ نکل سکیں آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی بیٹا ان میں موجود نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا ایک بیٹا جو کسی طرح جنگ کے لائق نہیں تھا صحرا میں دُنبیاں چرا رہا ہے۔ حضرت شموئیل نے اس فرزند کو بھی بلوایا جن کا نام داؤد تھا جو دیکھنے میں تو تن و توش کے حامل نہیں تھے مگر حضرت شموئیل کے بیان کردہ تمام علامات ان میں موجود تھے۔ لہٰذا جناب شموئیل نے ان کو جالوت کے مقابلے میں روانہ کیا۔ راستے سے جناب داؤد نے تین پتھر اٹھا لئے اور جالوت کی فوج کے مقابلے میں پہنچ کر گوپھن (منجنیق) میں رکھ کر ایک پتھر میمنہ کی سمت اور دوسرا پتھر میسرہ کی جانب پھینکا۔ ان دونوں پتھروں نے سپاہ جالوت کے میمنہ اور میسرہ کو زیر و زبر کر کے رکھدیا۔ پھر تیسرا پتھر جالوت کی طرف رہا کیا جو اس کی پیشانی پر لگا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ جالوت کے مرنے پر اس کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور جناب طالوت فتح و کامرانی کے ساتھ واپس لوٹے۔ حسب وعدہ انھوں نے اپنی نصف حکومت جناب داؤدؑ کے سپرد کر دی اور ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد بھی کر دیا یہی وہ سلطنت تھی جو جناب طالوت کے بعد حضرت داؤدؑ کو مکمل طور پر حاصل ہوئی تھی اور جس کے وارث بعد کو جناب سلیمان بھی قرار پائے تھے۔ ❀❀❀

حضرت سلیمان علیہ السلام اور انکی حکومت

مولانا شکیل احمد جوبیوری

حضرت سلیمانؑ حضرت داوٗدؑ کے صاحبزادے ہیں لہٰذا انکا نسب بھی یہود (اولاد یعقوب) کے واسطے سے حضرت یعقوب سے جاملتا ہے قرآن مجید نے انکو اولاد ابراہیمؑ میں شمار کیا ہے والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہوسکا توریت اور دیگر کتب تاریخ میں بنت سبع نام بتایا گیا ہے لیکن اہل تحقیق نے تردید کی ہے کیونکہ اسی توریت کی وضاحت کے مطابق یہ نام حضرت داوٗد کے ایک فوجی بیوی کا ہے اس لئے بھی یہ نام تاریخی حیثیت سے صحیح ملا کر نہیں ہے۔

البتہ ایک حدیث میں صرف اسی قدر منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ سلیمانؑ بن داوٗد کی والدہ نے ایک دفعہ اپنے بیٹے سلیمان کو یہ نصیحت فرمائی:

"بیٹا رات بھر نہ سوتے رہا کرو اس لئے کہ رات کے اکثر حصہ کو نیند میں گذارنا انسان کو قیامت کے دن اعمال خیر سے محتاج بنادیتا ہے" ابن ماجہ

قرآن کریم نے بھی صرف اس قدر بتایا ہے کہ وہ حضرت یعقوبؑ کے واسطے سے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں: **و وھبنا لہ اسحق و یعقوب کلا ھدینا و نوحا ھدینا من قبل و من ذریتہ داؤد و سلیمان........الخ** انعام/۸۴

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عطا کئے ہر ایک کو ہدایت بخشی اور نوحؑ کو بھی ابراہیمؑ سے پہلے ہدایت بخشی اور اس ابراہیمؑ کی اولاد میں سے داوٗد اور سلیمانؑ کو ہدایت عطا کی۔

قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر مبارک سولہ جگہ آیا ہے ان میں چند مقامات پر کچھ تفصیلی ذکر موجود ہے اور انکے والد بزرگوار حضرت داوٗدؑ پر نازل ہوئے ہیں ان مقامات کی تفصیلات یہ ہیں۔ بقرہ/۱۰۲، انعام/۸۵، نساء/۱۶۳، انبیاء/۷۸، ۷۹، ۸۱، نحل/۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۳۰، ۳۶، ۴۴، سبا/۱۲، ص/۳۰، ۳۴۔

حضرت سلیمانؑ کی فطرت ہی میں اللہ تعالیٰ نے ذکاوت افضل مقدمات اور اصابت رائے کا کمال رکھا تھا بچپن ہی میں اسکے مظاہر پائے گئے اپنے والد حضرت داؤدؑ کی معیت میں جب سن شعور کو پہنچے تو اس وقت حضرت داؤدؑ کا انتقال ہوا اللہ نے انہیں نبوت سے سرفراز کیا اور حکومت میں بھی حضرت داؤدؑ کا جانشین بنایا قرآن حکیم نے اسی جانشینی کو حضرت داؤدؑ کی وراثت قرار دیا گویا وہ حکومت کے ساتھ ساتھ اپنے والد کی نبوت میں بھی وارث قرار پائے نبوت کوئی وراثت کی چیز نہیں ہے جو لازماً اولاد کے حصے میں آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاءؑ پر یہ بھی فضل کیا ہے کہ انکی اولاد کو نبوت میں بھی انکا جانشین بنایا حضرت سلیمانؑ بھی ان انبیاء کرامؑ میں سے ایک ہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی **رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب** ص/۳۵

اے پروردگار مجھکو بخش دے اور مجھکو ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو بے شک تو بہت دینے والا ہے۔

چنانچہ اللہ نے انکی دعا کو قبول کرلیا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت دی کہ نہ ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ انکے بعد کسی کو میسر ہوگی۔

حضرت سلیمانؑ کی حکومت نہ صرف انسانوں پر تھی بلکہ جنات اور حیوانات اور ہوا پر تھی اور یہ اقتدار ایسا تھا کہ کائنات میں شاید ہی کسی اور کو عطا کیا گیا ہو اب ہم اس عظیم حکومت کی چند جھلکیاں نظر قارئین کر رہے ہیں۔

پرندوں پر حکومت

حضرت داؤدؑ کی طرح حضرت سلیمانؑ کو بھی یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ پرندوں کی باتیں سمجھ لیتے اور ان سے کلام بھی کرلیا کرتے تھے قرآن نے اس خصوصیت کو جس اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ ایسی عظیم الشان نعمت تھی جسکو آیت الٰہی کہا جاتا ہے۔

وافی میں بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں سخت قحط پڑا پس لوگ حضرت سلیمانؑ کے پاس جمع ہوئے اور بارش کی دعا کی۔ درخواست کی آپؑ نے فرمایا کل صبح نماز کے بعد آجانا چنانچہ دوسرے دن نماز صبح کے

بعد آپؑ مع رعایا کے روانہ ہوئے ایک جگہ چیونٹی کو آپ نے دیکھا کہ قدم زمین پر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے مناجات کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم تیری مخلوق ہیں تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تو ہم کو بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کریں یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اب پلٹ جاؤ کہ دوسری مخلوق کے صدقہ میں تمہیں بھی سیراب کیا جائے گا چنانچہ وہ واپس آئے اور اس سال اس قدر بارش ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایک سال میں اتنی بارش نہیں ہوئی تھی۔

ہوا پر حکومت

حضرت سلیمانؑ کا خصوصی امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ''ہوا'' کو انکے زیر فرمان کر دیا تھا وہ جب اور جہاں چاہتے اسکو چلنے اور رک جانے کا حکم دیتے تھے تو برق رفتاری کا یہ عالم ہوتا کہ اسکے دوش پر سوار ہو کر ایک ماہ کی مسافت صبح کے اولین ساعت میں اور ایک ماہ کی مسافت شام کے آخری لمحات میں طے کر لیتے تھے ان کا تخت شاہی ہوا اپنے کاندھوں پر لیکر جہاں وہ چاہتے تھے پہنچا دیتی تھی۔ اسی طرح جناتوں پر حکومت کا بھی قرآن کریم میں ذکر ہے۔

❀❀❀

مکاتب امامیہ میں

مدرس و پیشنماز کی ضرورت

مکاتب امامیہ میں تدریس و تبلیغ و اقامت جماعت کے لیے پیشنماز حضرات کی ضرورت ہے۔ جن حضرات نے کسی جامعہ سے کم از کم درجہ عالم تک تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کی ہو رجوع کریں۔

تنخواہ ماہانہ **Rs.2500/=** علاوہ قیام وطعام

اوقات دفتر میں (دس بجے صبح سے ساڑھے چار بجے سہ پہر تک)

رابطہ فرمائیں۔

سکریٹری ادارہ تنظیم المکاتب فون: **2615115**

قرآن میں
یاجوج وماجوج کا تذکرہ

مولانا سید جواد عسکری زیدی

آیات قرآنی اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج انسانوں کی ہی قوم ہیں اور تمام انسانوں کی طرح یہ بھی حضرت نوحؑ کی اولاد ہیں کیونکہ طوفان نوحؑ کے بعد جتنے انسان بھی اس سرزمین پر ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام جناب نوح کی اولاد ہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے وجعلنا ذریتہ ھم الباقین صافات/۷۷

ترجمہ: اور ہم نے انکی اولاد ہی کو باقی رہنے والوں میں قرار دیا۔

اس بات کی تائید اس روایت کے ذریعہ بھی ہوتی ہے جو علل الشرائع میں امام علی نقی سے منقول ہے کہ تمام تُرک اور صقیلہ کے رہنے والے یاجوج وماجوج اور جتنے بھی چینی ہیں تمام کے تمام یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔ جناب فرمان علی صاحب نے بھی اپنے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ یاجوج وماجوج حضرت یافث بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ حالانکہ ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی نے اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن'' میں اس بات کا انکار کیا ہے اور تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ یاجوج وماجوج کو جنگلی اور وحشی مخلوق قرار دیا ہے صاحب تفسیر مجمع البیان اور صاحب تفسیر انوار النجف لکھتے ہیں کہ جب رسول اسلامؐ سے یاجوج وماجوج کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو الگ الگ قومیں تھیں ایک کا نام یاجوج اور دوسری کا نام ماجوج انمیں سے ہر ایک کے اندر چار چار سو گروہ ہیں اور انمیں ایک آدمی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی نسل سے ہزار ہزار اولاد نرینہ کو نہ دیکھ لے کسی نے عرض کی یارسولؐ اللہ انکا حلیہ بیان کریں تو آپ نے فرمایا کہ انکی تین قسمیں ہیں ایک قسم اَرزقال کی مانند ہے جو کہ شام میں ایک درخت ہے اور دوسری قسم وہ ہے جنکا طول وعرض برابر ہے وہ وہی ہیں جنکے سامنے پتھر

ٹھرتا ہے اور نہ لوہا اور تیسری قسم ایسی ہے کہ وہ اپنے کان کو بچھاتے ہیں اور دوسرے کو اوڑھتے ہیں اور یہ جس جانور کے پاس سے گذرتے ہیں کھا جاتے ہیں انکی تعداد اس قدر ہے کہ اگر یہ روانہ ہوں تو انکا اگلا حصہ شام میں ہوگا تو دوسرا حصہ خراسان میں۔

قرآن مجید میں دو مقام پر یاجوج و ماجوج کا تذکرہ موجود ہے سب سے پہلے سورہ کہف میں کہ جب جناب ذوالقرنین کا گذر دو پہاڑیوں کے درمیان سے ہوا تو انکی ملاقات ایک ایسی قوم سے ہوئی جو یاجوج و ماجوج کے لوٹ مار اور انکے فساد سے پریشان حال تھی چنانچہ انہوں نے جناب ذوالقرنین سے کہا قالوا یا ذالقرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علیٰ ان تجعل بیننا و بینھم سداً (کہف/۹۴)

ترجمہ "ان لوگوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج و ماجوج زمین پر فساد برپا کر رہے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم آپ کے لئے اخراجات فراہم کردیں اور آپ ہمارے اور انکے درمیان رکاوٹ قرار دیں"

جناب ذوالقرنین نے انکی درخواست کو قبول کرلیا مگر انکی مالی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہاں آپ نے ان لوگوں سے جسمانی مدد کا مطالبہ کیا جیسا کہ ایسی آیت کے آگے ارشاد ہوتا ہے قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردماً ترجمہ "تو انہوں نے کہا کہ جو طاقت مجھے میرے پروردگار نے دی ہے وہ تمہارے وسائل سے بہتر ہے اب تم لوگ قوت سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اور انکے درمیان ایک روک بنادوں" اتونی زبرا الحدید حتیٰ اذا ساوی بین صدفین قال انفخو حتیٰ اذاجعلہ ناراً قال اتونی افرغ علیہ قطرا فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقباً

ترجمہ: چند لوہے کی سلیں لے آؤ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے برابر ڈھیر ہوگیا تو کہا گیا آگ پھونکو یہاں تک کہ جب اسے بالکل لال بنا دیا تو کہا آؤ اب اس پر تانبا پگھلا کر ڈال دیں جس کے بعد نہ وہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ اسمیں نقب لگا سکیں"

چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق دونوں پہاڑیوں کے درمیانی خالی جگہ کو لوہے سے بھر دیا گیا اور اسکو اسطرح پگھلا دیا گیا سب آپس میں مل گئے اور کوئی بھی سوراخ نہ بچا اسکے بعد پیتل تانبے کو پگھلا کر اسکے اوپر ڈال دیا گیا تاکہ مضبوط حصار بن جائے چنانچہ اسکے بعد سے وہ نہ اوپر چڑھ کر اسکو عبور کرسکے اور نہ اسمیں سوراخ پیدا کرسکے اور اس طریقہ سے وہ قوم یاجوج و

ماجوج کے فساد اور انکی تباہ کاری سے محفوظ ہو گئی۔حالانکہ اسی دیوار کے سلسلہ میں جسکو سد ذوالقرنین بھی کہتے ہیں مفسرین کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے علامہ جوادی نے اپنے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ دراصل یہ دیوار دریائے خضر اور دریائے سیاہ کے درمیان قفقاز کی دیوار ہے جو آج بھی لوہے کی نظر آتی ہے بعض مفسرین نے اسکو چین کی دیوار سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے دیگر دیوار کا تذکرہ کیا ہے۔ ❀❀❀

داخلہ ٹسٹ

جامعۃ الزہرا تنظیم المکاتب

اللہ کے فضل سے جامعۃ الزہرا کا گیارہواں تعلیمی سال مکمل ہورہا ہے اب انشاء اللہ اگلے سال کے لئے نئے داخلے ہونے والے ہیں۔داخلے کی خواہشمند لڑکیاں تنظیم المکاتب کے پتہ پر بھی درخواست بھیج سکتی ہیں۔یہ درخواست ۱۵رجنوری ۲۰۰۶ء تک آجانی چاہئے۔

شرائطِ داخلہ ● داخلہ کے لئے مکتب امامیہ سے پنجم پاس ہونا یا اس کے مساوی تعلیم ہونا ضروری ہے اور جونیر ہائی اسکول پاس ہونا بھی ضروری ہے ● داخلہ کے وقت عمر ۱۴رسال سے زیادہ نہ ہو ● درخواست کے ساتھ تعلیمی لیاقت اور عمر سے متعلق سرٹیفکٹ یا اس کی فوٹو کاپی لگی ہو ● عارضی یا مستقل پتہ ضرور لکھیں ● ٹسٹ کے پاس ہوئے بغیر داخلہ نہ ہوگا۔

نصاب داخلہ ٹسٹ ۱۔قرآن مجید روانی، تلفظ، ہجے، تجوید، زبانی سورے (جو امامیہ دینیات اطفال سے دوسرے درجہ کی کتاب تک کے آخر میں دیئے ہوئے ہیں)

۲۔امامیہ دینیات درجہ چہارم، پنجم مکمل مع وضو، غسل، تیمّم، اذان، اقامت، نماز وغیرہ

۳۔امامیہ اردو ریڈر درجہ چہارم و پنجم مع روانی، معانی، تلفظ، ہجے اور اِملا۔ ۴۔ہندی، انگریزی، حساب درجہ آٹھ (جونیر ہائی اسکول)

نوٹ:۔ہائی اسکول پاس امیدوار کو عمر اور دوسری شرطوں میں چھوٹ دی جائے گی۔

● داخلہ ٹسٹ کی تاریخ کے بارے میں اطلاع خط کے ذریعہ دی جائے گی۔

● ادارہ کے دعوت نامہ کے بغیر داخلہ ٹسٹ کیلئے آنے کی زحمت نہ کریں۔

سید حیدر مہدی زیدی
(مسئول)

قرآن اور خواتین کے تذکرے

محترمہ صغریٰ خاتون
نوگانوی سوئیڈن

ساری حمد اور تعریف اس خدا کے لیے ہے جو سب سے بلند و بالا ہے اور وہی وہ ذات ہے کہ جس نے مرد اور عورت کو ایک ہی وجود سے پیدا کیا جس طرح وہ خود سورۂ نساء کی پہلی ہی آیت میں آواز دیتا ہے: ''انسانو! اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔'' نساء/۱

خدا نے اس آیت سے صاف واضح کر دیا کہ کسی کو کسی دوسرے پر فوقیت نہیں ہے جب اس نے دونوں کو ایک ہی ذات سے خلق کیا ہے۔ اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بلند سمجھ کر سامنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ خدا نے نوع انسان کو دو صنفوں میں پیدا کیا ہے ایک مرد اور دوسرے عورت جیسا کہ مندرجہ بالا آیت میں مزید ارشاد ہوتا ہے: ''اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے ہیں۔'' نساء/۱

جب دونوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا تو پھر اس نے تقویٰ الٰہی اور اطاعت و عبادت کی منزل میں بھی دونوں کو مساوی طور پر دعوت دی ہے کیونکہ جو ہدایت کا پیغام مردوں کے لیے آیا وہی عورتوں کے لیے بھی تھا۔ اگر طبقہ رجال کی اصلاح کے لیے نبوت و امامت کو منتخب کیا تو وہی ہدایت کا ذریعہ خواتین کے لیے بھی تھا۔ خدا کی عبادت کرنا دونوں پر واجب ہے اور اسی طرح شریعت کے احکام پر عمل کرنا بھی۔ جہاں جہاں بھی خدا نے قرآن مجید میں یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب فرمایا ہے وہاں مرد و زن دونوں شامل ہیں۔ عقیدہ و عمل کے میدان میں جہاد کرنے کی صلاحیت خدا نے دونوں کو برابر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے

"بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گذار مرد اور اطاعت گذار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔" احزاب/۳۵

ہمارا پروردگار انصاف ور ہے اور اس کے نزدیک بزرگ ترین انسان وہی ہے جو متقی ترین ہے چاہے وہ عورت ہی کیوں نہ ہو جیسے ارشاد ہوتا ہے: "جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے۔" نحل/۹۷

قرآن مجید عمل کے لحاظ سے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا قائل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعہ کسی سے آگے نکل جائے جیسے کلام پاک میں موجود ہے: "اور خدا نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے۔" تحریم/۱۱

جناب آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون تھیں لیکن تحفظ ایمان کی بنا پر رسولؐ خدا نے انہیں جنت کی چار عورتیں میں شامل کر دیا کیونکہ دین اسلام میں کردار و ایمان ہی معیار ہے۔ خدا ہر انسان کو آخرت میں اس کے اعمال کے مطابق ہی جزا یا سزا دے گا۔ جنت کی نعمتوں کا وعدہ اور جہنم کی آگ کا بیان قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے۔ اب ہم کہاں جانا چاہتے ہیں یہ تو اپنے عمل سے ہی معلوم ہوگا۔ جب دینی فرائض دونوں پر واجب ہیں تو جزا و سزا کی منزل میں بھی دونوں برابر ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: "اور جو بھی نیک کام کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان بھی ہو ان سب کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" نساء/۱۲۴

اور سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے: "اور اللہ نے منافق مردوں اور عورتوں سے اور تمام کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہی ان کے واسطے کافی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔" توبہ/۶۸

جو قدر و منزلت دین اسلام میں عورت کو ملی ہے وہ اسے کہیں نہیں ملی کیونکہ ہم نے تو یہ دیکھا کہ دوسرے ادیان نے عورت کو ہمیشہ ذلالت کی نظر سے دیکھا ہے بلکہ صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کے معاملہ میں باطل اور جاہلانہ نظریات رکھتے تھے بلکہ ان کے مرد کہتے ہیں کہ تقرب خدا حاصل کرنے کے لیے ازدواجی زندگی کو ترک کر دینا چاہیئے۔ اس سے بالکل برعکس خدا قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے: ''مومن مرد اور عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں کہ یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب خدا رحمت نازل کرے گا کہ وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔'' توبہ/۷۱

خدا مومن مرد اور مومن عورت کو صراط مستقیم پر ساتھ ساتھ چلنے کی دعوت دیتا ہے اور دونوں کو یہ حق ہے کہ ایک دوسرے پر نظر رکھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہیں۔ اور ہم نے جب تاریخ انسانیت کی ورق گردانی کی تو یہی دیکھا کہ ہر مرد مومن کے ساتھ ساتھ ایک مومنہ کا بھی ذکر ضرور ہوا ہے جیسے جناب آدمؑ و جناب حوا، جناب ابراہیمؑ و جناب ہاجرہ، جناب موسیٰؑ و جناب آسیہ (زن فرعون)، جناب عیسیٰؑ و جناب مریمؑ، جناب رسولؐ خدا اور جناب خدیجہؑ، حضرت علیؑ و جناب فاطمہؑ اور حضرت امام حسینؑ و جناب زینبؑ، عورت کا مقام دین اسلام سے ہی ظاہر ہوا ہے کیونکہ اگر اسلام نہ ہوتا تو خواتین ذلالت کی زنجیروں میں ہی جکڑی رہتیں لیکن خدا نے قرآن مجید میں یہ اعلان کر دیا کہ مرد و زن کی تخلیق نفس واحدہ سے ہوئی ہے اس لیے یہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ عورت اگر واقعی چاہے تو اپنی پاک دامنی اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ذریعہ بہت بلند منزل پر پہنچ سکتی ہے اور تاریخ اسلام میں ایسی خواتین موجود ہیں جو طبقہ اناث کے لیے نمونہ بن گئیں اور جن کا ذکر قرآن مجید میں تا قیامت محفوظ ہے جیسے جناب مریمؑ کا ذکر: ''اور مریمؑ بنت عمران کی مثال جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ ہمارے فرمانبردار بندوں میں سے تھی۔'' تحریم/۱۲

جناب سارہ کا ذکر: ''ابراہیمؑ کی زوجہ اس جگہ کھڑی تھیں یہ سن کر ہنس پڑیں تو ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دیدی اور اسحاق کے بعد پھر یعقوب کی بشارت دی۔'' ہود/۷۱